دعوت وتبلیغ کے اسالیب اور اس کی حکمتِ عملی
اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

Prof. Dr. Hafiz M. Sani

ABSTRACT

"Methodologies of Preaching" (Dawah and Tableegh) and its wisdoms in the light of Prophet's (PBUH) example"

Islam is bused on Dawah, a perfect and is a Universal code of life Dawah provide effective medium and strong foundations for the propagation of Islamic teaching. It is the same path which was adopted by all the Prophets of Allah, particularly Holy Prophet Muhammad (Peaice be upon him) for the spread of Islam.

What should be the strategies for Dawah and Tableegh? Which wisdoms and saga cities should be kept in mind, especially in the present ara, where Muslims, facing multidimensional internal and external challenges.

Baste less propaganda of terrorism and extremism the fath is hindering the way of peaceful propagation of Islam in the world.

Today anti-religious forces and non-Muslims are using it as a powerful weapon to fight against Islam and Muslims.

In such circumstances strategies and methodologies of Dawah must be kept in view. It is mandatory upon us to propagate Islamic teaching in the whole by applying methodologies mentioned in the Quran and Sunnah of the prophet PBUH as wisdom, persuasion and exhortation, moderation

The thesis in hand contains a research and

knowledge based evaluation of the topic.

Modern and ancient resources have been used carefully and effectively to prove that the primary methods and strategies of Dawah and Tableegh must be the same as mentioned in the Quran. Invite to the way of you lord with wisdom and fair preaching and argue with them in a way that is better. (16:145)

In the thesis, it has been emphasized that wisdom, exhortation and moderation are the foundations and principal means of effective Dawah and Preaching of Islamic teachings.

الحمدُ للّٰہ ربّ العالمین و العاقبۃُ للمُتّقین و الصّلوٰۃُ والسّلامُ علٰی سیّد المُرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین. و بعد: فقد قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی فی کلامہ المُبین: ﴿ کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴾o(۱)

و قال اللّٰہ تبارک و تعالٰی: ﴿ قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾ o(۲)

وقالَ تعالٰی: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط﴾(۳)

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب — گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل، غیاب و جستجو، عشق، حضور و اضطراب(۴)

رسولِ اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیات میں سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت آپ کا امام الانبیاء، سیّد المرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت، آپ ﷺ کا پیغام اور دین اسلام کائناتی اور آفاقی ہے۔ آپ ﷺ بنی نوع آدم اور پورے عالم انس وجن کے لیے دائمی نمونۂ عمل اور خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔ آپ ﷺ پر دینِ مبین کی تکمیل کر دی گئی۔ پوری انسانیت آپ ﷺ کی امت اور آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمائے گے۔ اس ابدی حقیقت کی وضاحت قرآنِ کریم کی اس آیت میں بہ تمام وکمال کر دی گئی، ارشادِ ربّانی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (۵) ''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ کی نبوّت ورسالت کی آفاقیت اور عالمگیریت کے حوالے سے ارشادِ ربانی ہے: ﴿''قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْکُمْ جَمِيْعًا''﴾ (۶) ''کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔ پوری کائنات اور عالمِ انسانیت کو آپ ﷺ کے ابدی اور مثالی پیغام کا مخاطب اور آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے زیرِ اثر بھیجے جانے کے حوالے سے ارشاد ہوا﴿: ''تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَکُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا''﴾ (۷) ''برکت والا ہے وہ خدا، جس نے حق وباطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی تا کہ وہ دنیا جہاں کے لیے ہوشیار وآگاہ کرنے والا ہو۔''

ہادیِ آخر واعظم، سیّدِ عرب وعجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری انسانیت کے ہادی بنا کر مبعوث فرمائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت سی احادیث میں اس ابدی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''بعثتُ الیٰ الأحمر والأسود'' (۸) ''میں کالے اور گورے (مشرق ومغرب) تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ خصوصیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا: ''امّا انا فارسلتُ الیٰ النّاس کلّهم خاصّة و کان من قبلی انّما یُرسل الیٰ قومه.'' (۹) ''میں

(عمومیت کے ساتھ) تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے، وہ خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے: "عن جابر بن عبداللّٰہؓ قال: کان النبیّ یُبعثُ الیٰ قومہٖ خاصّۃً و بُعثتُ الیٰ النّاسِ عامّۃً." (۱۰) پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے اور میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

قرآن وسنت کے یہ نصوص اس امر کا واضح بیان ہیں کہ اب رسالت ونبوت کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا، دینِ مبین کی تکمیل کر دی گئی، البتہ اس دین کی تبلیغ واشاعت اب امت کا دینی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے تاریخ ساز موقع پر اس امر کی نشاندہی فرمادی تھی کہ اب دین کی تبلیغ امت کی ذمے داری اور ان کا دینی فریضہ ہے۔

رحمت عالم، محسنِ انسانیت، خاتم الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے موقع پر، میدان عرفات میں ایک لاکھ تیس ہزار جاں نثاروں اور اپنے سچے جانشینوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے سامنے جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے، جسے اس کی اہمیت اور اہتمام شان کے باعث حجۃ الاسلام، حجۃ البلاغ، حجۃ التمام اور حجۃ الکمال کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ (۱۱)

اس خطبۂ عظیم کو مقاصد اسلام وشریعت اور آپ کی تعلیم وتبلیغ کے سلسلے میں نہایت ممتاز مقام حاصل ہے، جو اُمتِ مسلمہ اور عالم انسانیت کے لیے ابد تک ایک مینارۂ نور، امن وسلامتی اور عدل ومساوات کے ابدی اصولوں پر مبنی ایک عظیم دستور حیات ہے۔ اس تاریخ ساز خطبے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: "الا ھل بلّغتُ؟" کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہ، حاضرین نے جواب دیا! ہاں۔" بعد ازاں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدِ الْغَائِبَ" (۱۲۔الف) "جو حاضر ہیں، وہ میرا پیغام اُن لوگوں تک پہنچا دیں، جو غائب (یہاں موجود نہیں) ہیں۔"

رسولِ اکرم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:"فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَوَصِیَّتُہٗ اِلٰی اُمَّتِہٖ: فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ"(۱۲.ب) ''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یقیناً آپ کی امتکو یہی وصیت ہے کہ: موجود لوگ غیر حاضر لوگوں تک (آپ کی بات) پہنچا دیں۔"

آپ کا یہ پیغام ابدی اور آفاقی ہے۔اس لحاظ سے دعوت وتبلیغ، اسلام کی ترویج واشاعت، دین کی سربلندی اور اسلام کا پیغام عالمِ انسانیت تک پہنچانے کے لیے جدوجہد کرنا اور دین کی دعوت دینا اُمت کا دینی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ جس کی فرضیت واہمیت کسی دور میں کم نہیں ہوگی۔ یہ دین کا وہ پیغام ہے جسے عام کرنا، انسانیت تک اسے پہنچانا، ہر انسانی ذہن کو مخاطب بنانا اور ہر دل پر دستک دینا، دعوت وتبلیغ کی ذمے داری کو حکمت وبصیرت سے انجام دینا ایک اجتماعی فریضہ ہے۔

دعوت وتبلیغ......لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

تبلیغ کا لفظی معنیٰ اور مفہوم پہنچانا ہے(۱۳) اصطلاحاً اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد واقوام تک پہنچایا جائے اور انہیں قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔قرآن پاک میں تبلیغ کے ہم معنیٰ کچھ اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، جیسے"اِنـــذار" (۱۴) جس کے معنیٰ ڈرانا یا خبردار کرنا ہے۔"دعـــوت"(۱۵) جس کے معنیٰ بلانے اور پکارنے کے ہیں(۱۶)۔اور"تـــذکیـــر"، جس کے معنیٰ یاد دلانے اور نصیحت کرنے کے ہیں۔(۱۷) تبلیغ ایک ایسا عمل ہے، جس میں کسی نصب العین کی طرف اخلاص سے بلایا جاتا ہے، اس نصب العین سے اختلاف وانحراف کے نقصانات وخطرات سے ڈرایا جاتا ہے اور غفلت ونسیان کے پردوں کو چاک کرکے اصل نصب العین کو یاد دلانے کے لیے نصیحت کی جاتی ہے۔اس سے بھی وسیع مفہوم میں تبلیغ کسی مذہب کا ایسا پرچار ہے، جس کا مقصد لوگوں کو حلقۂ مذہب میں شامل کرنا ہو۔دنیا کے تمام بڑے مذاہب اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا پورا نظام رکھتے ہیں۔اسی نظام کی بدولت علماء نے

مذاہب کو تبلیغی اور غیر تبلیغی میں تقسیم کیا ہے۔(۱۸)

ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "The Preaching of Islam" میں پروفیسر میکس مولر (Max Muller) کے حوالے سے مذاہب کی مذکورہ بالا تقسیم کرتے ہوئے تبلیغی مذہب کی یوں تعریف کی ہے: ''تبلیغی مذہب وہ ہے، جس میں سچائی کا پھیلانا اور غیر مذاہب والوں کو اپنے مذہب میں لانا بانی مذہب یا اس کے قریب العہد جانشیوں نے ایک مقدس مذہبی فریضہ قرار دیا ہو، یہ ایمان والوں کے دلوں میں سچائی کا وہ جوش ہے، جو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا، تاوقتیکہ وہ ان کے عقیدے اور قول وفعل سے اپنے تئیں تعلق ظاہر نہیں کر دیتا اور انہیں اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنا پیغام ہر فردِ بشر تک نہ پہنچا دیں اور بنی نوع انسان اس چیز کو تسلیم نہ کرلے، جسے وہ برحق یقین کرتے ہیں۔

تبلیغ کسی فرد اور قوم کے لیے زندگی کی علامت ہے، تبلیغ کے بغیر انفرادی تشخص کا برقرار رہنا ناممکن ہے۔ تبلیغ کے دو دائرے ہیں، ایک دائرے میں یہ کسی قوم کے افراد کو اندرونی بگاڑ سے بچانے کا ذریعہ ہے اور دوسرے دائرے میں عام انسانوں کو کسی خاص نظریے اور نظام کا قائل کرنا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تحفظ ہے تو دوسرے لحاظ سے توسیع۔ تبلیغ کسی فرد اور قوم کا اندرونی داعیہ ہے، جس کے تحت وہ دوسروں کو اپنی بات منوانے کی سعی وجہد کرتا ہے۔ دنیا کے تمام مصلحین و بانیانِ مذاہب اسی داعیہ کے تحت فریضۂ تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حق صداقت کی آواز کو عام کیا جائے اور فساد کو دُور کیا جائے۔(۱۹)

نبوت اور رسالت کی ضرورت واہمیت اور تبلیغِ دین:

دین وہ الہامی ضابطۂ حیات ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ اور منتخب بندے (نبی اور رسول) کے ذریعے لوگوں تک پہنچاتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جسمانی ربوبیت کے لیے اس دنیا میں ہر قسم کی چیزیں پیدا کی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رُوحانی ربوبیت کے لیے اس دنیا میں سلسلۂ انبیاء جاری کیا۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول'' میں ضرورت نبوت اس طرح بیان کی ہے: ''رسالت اس دنیا کی جان ہے، روشنی اور زندگی ہے، اس جہاں کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے، جس کی روح اور جان نہ ہو، روشنی نہ ہو اور زندگی نہ ہو، یہ دنیا تاریک بھی ہے اور ملعون بھی جب تک اس پر رسالت کا سورج طلوع نہ ہو۔'' (۲۰)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں: ''ہماری عقل تو ان برگزیدہ بندوں کی روشنی کے بغیر بے کار ہے اور ہماری سچ ان کی تقلید کے بغیر ذلیل وخوار ہے، عقل اگرچہ حجت ہے، لیکن ناتمام اور نابالغ ہے۔ حجتِ بالغہ صرف انبیاءؑ کی نبوت ہے۔'' (۲۱)

بنی نوعِ آدم کو توحید کے نور سے منور کرنے، انہیں دین کا پیغام پہنچانے اور سلسلۂ رُشد وہدایت سے وابستہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی ایک خاص قوم اور علاقے کے لیے بھیجے۔ فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ ۰ (۲۲) ''یعنی ہر اُمّت میں نذیر (ڈرانے والے) ہو گزرے ہیں۔''

دوسری جگہ آتا ہے: وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ'' (۲۳) ''ہر اُمّت کے لیے رسول بھیجا گیا ہے۔'' سلسلۂ نبوت رسولِ کریم ﷺ پر ختم ہو گیا ہے، رسولِ کریم ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۰ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً﴾ ۰ (۲۴)

انبیاءؑ کی بعثت کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ اور بندے کے تعلق کو توحید، رسالت، اور آخرت کے عقائد کی بنیادوں پر استوار کرائیں اور دعوتِ دین اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے تاریخ کی روش کو موڑ دیں اور الہامی ہدایت کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر کریں۔ ''سورۃ الحدید'' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (۲۵) ''ہم نے رسول واضح نشانیاں دے کر بھیجا

ان کے ساتھ قرآن (یعنی قانونِ حیات) اور میزان عدل اتاری، تا کہ وہ انسانوں پر انصاف قائم کریں۔

"سورۃ الصف" میں ارشادِ ربانی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (۲۶) "وہی ہے (ذاتِ باری تعالیٰ) جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے تمام نظام ہائے زندگی پر غالب کر دے۔

یہ ہے انبیاؑ کا مشن اور یہی وجہ ہے کہ نبی کی جو حیثیت اس کی تمام حیثیتوں سے نمایاں و ممتاز ہے، وہ داعی الی الحق کی حیثیت ہے۔ اسلام ایک دعوت ہے، جو انسانوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتی اور ان کی زندگیوں کو نورِ الٰہی سے منور کرتی ہے، اسلام ایک مکمل دین، ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور اس کی تمام وسعتوں پر حاکمیتِ الٰہی قائم کرنے کا دعوے دار ہے۔ انبیاؑ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں، جو اس دعوت کے داعی اور اس تحریک کے قائد ہیں اور جن کی رہنمائی میں یہ اصلاحی جدوجہد برپا ہوئی اور جس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

قرآن پاک آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد اس امر کو قرار دیتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۲۷)

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (یعنی حضرت محمدؐ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ان کا تزکیہ کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ صریح گمراہی میں تھے ایک مقام پر فرمایا گیا

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (۲۸)

اے رسولؐ! جو کچھ تم پر تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے، اس کی تبلیغ کرو۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا: ﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ (۲۹)

پس اسی راہ کی دعوت دو اور اس پر استقامت کے ساتھ جمے رہو، جس طرح کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

ان آیات ربانی سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی بنیادی حیثیت داعی کی ہے۔ آپ ﷺ کا اصل مشن یہ تھا کہ اللہ کی ہدایت لوگوں تک پہنچا دیں، انہیں اللہ کی کتاب اور حکمت و دانش کی تعلیم دیں اور انہیں دعوت دیں کہ وہ دین کو اپنی پوری زندگی پر غالب کر دیں، پھر جو لوگ اس دعوت پر لبیک کہیں، انہیں ایک تحریک اور ایک امت میں منظم کریں، ان کے اخلاق کا تزکیہ کریں، ان میں کردار کے جوہر پیدا کریں اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے اپنی قیادت و رہنمائی میں وہ مثالی تہذیب و تمدن قائم کریں، جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ (۳۰)

تبلیغ اور دعوت دین: انبیائے کرامؑ کی بعثت کا بنیادی مقصد:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نیکی اور بدی کو پہچاننے کی صلاحیت اور نیکی کے اختیار کرنے اور بدی سے بچنے کی خواہش ودیعت کر دی ہے۔ اس پہلو سے انسان ایک اعلیٰ خلقت اور ایک بلند فطرت لے کر دنیا میں آیا ہے، وہ اس بات کا اہل ہے کہ اپنی سمجھ سے نیکی کو پسند اور بدی کو ناپسند کر کے اللہ تعالیٰ کے یہاں انعام کا مستحق ہو اور اگر اپنی فطرت کے خلاف خیر کی جگہ شر کا راستہ اختیار کرے تو فاطر کی طرف سے اپنی اس خلاف فطرت روش پر سزا پائے، لیکن اگر ایک طرف اس کی فطرت میں یہ پہلو خوبی اور کمال کا ہے تو دوسری طرف بعض اعتبارات میں خلا اور نقص بھی ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نہ دنیا میں انسان کی ہدایت و ضلالت کے معاملے کو تنہا اس کی فطرت پر چھوڑا، نہ آخرت میں اسے جزا و سزا دینے کے لیے اس فطری رہنمائی کو کافی قرار دیا، بلکہ فطرت کے مقتضیات اور اس کی مخفی قابلیتوں کو آشکار کرنے اور خلق پر اپنی حجت تمام کرنے کے لیے اس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا، تاکہ قیامت کے دن لوگ یہ عذر نہ کر سکیں کہ انہیں نیکی اور سچائی کا راستہ معلوم نہیں تھا، اس بناء پر وہ گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتے رہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید کی ان آیتوں میں واضح کیا گیا ہے:

﴿رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾(۳۱)

اللہ نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ہوشیار کرنے والے بنا کر بھیجا، تا کہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے، اللہ غالب اور حکیم ہے۔" ایک مقام پر فرمایا گیا:

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾(۳۲)

"اے اہلِ کتاب، تمہارے پاس ہمارا رسول، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے لیے دین واضح کرتا ہوا آ گیا ہے۔ مبادا تم کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا، ہوشیار کرنے والا تو آیا ہی نہیں۔ دیکھ لو، ایک بشیر ونذیر تمہارے پاس آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنے ہادی اور رسول بھیجے اور محض اس لیے کہ لوگوں پر حق پوری طرح آشکار ہو جائے، کفر وشرک اور گمراہی پر باقی رہنے کے لیے لوگوں کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ اسی طرح بعض مستثنیٰ مثالوں کے سوا، ہر قوم کے اندر، اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کے اندر سے رسول بھیجے، تا کہ قومی اجنبیت لوگوں کے لیے قبولِ حق میں مانع نہ ہو۔ علیٰ ہٰذا القیاس ہر قوم کے لوگوں پر اللہ کے رسولوں نے انہی کی زبان میں حق کی تبلیغ کی، تا کہ لوگوں پر حق اچھی طرح واضح ہو سکے اور زبان بھی صاف ستھری، پیچ پیچ سے بالکل پاک فہم سے قریب تر اور دل نشین استعمال کی، پھر اللہ کے ان رسولوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ لوگوں کو ایک مرتبہ حق کی طرف پکار دیا ہو، بلکہ اپنی زندگیاں اسی مقصد میں صرف کر دیں، جن باتوں کی دوسروں کو دعوت دی، انہیں خود بھی کر کے دکھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی اپنی عملی زندگی میں ان کا مظاہرہ کیا۔ یہ سارا اہتمام محض اس غرض کے لیے کیا گیا کہ خلق کو خالق کی رضا حاصل کرنے اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جو کچھ جاننا چاہیے، اس کے بتانے میں کسی پہلو سے کوئی کسر نہ رہ

جائے اور لوگ قیامت کے دن اپنی شرارتوں اور بدعملیوں کا الزام اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر نہ ڈال سکیں۔(۴۳)

خاتم الانبیاء کی بعثت کے بنیادی مقاصد تکمیلِ دین۔دعوت وتبلیغ:

جب تک دنیا نے تمدنی واجتماعی زندگی کے وہ وسائل نہیں پیدا کر لیے، جو ساری دنیا کو ایک داعی حق کی دعوت پر جمع کرنے کے لیے ضروری تھے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے الگ الگ قوموں کے اندر رسولوں کا بھیجنا جاری رکھا۔ جب انبیاءؑ کی تعلیم وتربیت سے قوموں کا اخلاقی واجتماعی شعور اتنا بیدار ہو گیا کہ وہ ایک عالمگیر نظام عدل کے تحت زندگی بسر کر سکیں اور ساتھ ہی دنیا کے مادی وسائل اجتماعی تہذیب وتمدن نے بھی اس حد تک ترقی کر لی کہ ایک ہادی کا پیغامِ ہدایت دنیا کے ہر گوشے میں بہ سہولت پہنچ سکے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ وہ خاتم الانبیاء "محمد" رسول اللہ ﷺ کو بھیجے اور ان کے ذریعے لوگوں کو وہ مکمل نظام زندگی عنایت فرمائے، جو تمام بنی نوعِ انسان کے مزاج اور ان کے حالات وضروریات کے بالکل مطابق ہو، یہی دین ہے جسے تمام انبیاءؑ لے کر آئے، صرف بعض اعتبارات سے یہ ان سے مختلف ہے، پہلے انبیاءؑ نے عقائد کی تعلیم اس معیارِ فہم کے لحاظ سے دی، جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو عطا فرمایا ہے، دوسرے انبیاءؑ نے جن قوانین کی تعلیم دی، اس میں ان قوموں کے خاص مزاج اور ان کے خاص خاص امراض کی بھی رعایت تھی، لیکن اسلام کے قوانین میں کسی خاص قومی اور جماعتی مزاج ورجحان کے لحاظ کی بجائے صرف مزاج انسانی کا لحاظ ہے، دوسرے انبیاءؑ کو جو نظام زندگی اللہ کی طرف سے عطا ہوا، وہ صرف ان کی قوموں کی ضروریات کے اعتبار سے تھا، آنحضرت ﷺ کے ذریعے جو نظامِ زندگی دنیا کو ملا، وہ صرف کسی خاص قوم ہی کی ضروریات کو پورا نہیں کرتا، بلکہ بنی نوع انسان کی تمام انفرادی و اجتماعی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔(۴۴)

بعثتِ نبویؐ کے دو اہم پہلو: آنحضرت ﷺ پر چونکہ تمام عالم کی ہدایت ورہنمائی اور تمام مخلوق پر اتمام حجت کی ذمے داری ڈالی گئی ہے، آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ایک بعثتِ خاص، دوسری بعثتِ

عام۔آپ ﷺ کی بعثت خاص اہلِ عرب کی طرف تھی اور اہلِ عرب کے ساتھ اسی خاص نسبت کی وجہ سے آپ ﷺ کو نبی اُمّی یا نبی عرَبی کہا گیا اور آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی، اس کی زبان بھی عربی ہوئی۔اس بعثت کی ذمّے داریاں، یعنی تبلیغ اور اتمامِ حجت۔آنحضرت ﷺ نے براہِ راست انجام دیں۔

دعوت وتبلیغ: اُمت مسلمہ کا دینی اور بنیادی فریضہ:

خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثتِ عام تمام دنیا کی طرف ہے۔اس بعثت کی ذمّے داریاں ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک اُمّت عطا فرمائی اور اس اُمّت کو یہ حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس دین کی تبلیغ اُن پر کی ہے، اس کی تبلیغ اسی طرح وہ دوسروں پر کرتے رہیں۔ارشاد ہوا:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾(۳۵)

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بیچ کی اُمّت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا بنے۔''ایک اور مقام پر فرمایا گیا ﴿وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط﴾(۳۶)''اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں بھی اس کے ذریعے تمہیں ڈراؤں اور وہ بھی جن کو یہ پہنچے۔''

آنحضرت ﷺ کی بعثتِ عام کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک پوری اُمّت کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے برپا کیا تاکہ ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں یہ دعوتِ حق قیامت تک بلند ہوتی رہے اور دنیا الگ الگ نبیوں کی بعثت اور الگ الگ زبانوں میں وحی کے اترنے کی ضرورت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے نیاز ہو جائے، چونکہ آپ ﷺ کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت ہونے والی نہیں، لہٰذا خلق کی رہنمائی اور اتمام حجت کی پوری ذمّے داری ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کی اُمّت پر ڈال دی گئی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دین کو صحیح حالت میں محفوظ رکھنے کے لیے دو خاص انتظام فرمائے، ایک یہ کہ قرآن مجید کو ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف وتبدیلی سے محفوظ فرما دیا، تاکہ دنیا کو اللہ کی ہدایت معلوم

کرنے کے لیے کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہے۔ دوسرا یہ کہ اس اُمت کے اندر جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے، ہمیشہ کے لیے ایک گروہ کو حق پر قائم کر دیا، تا کہ جو لوگ حق کے طالب ہوں، ان کے لیے ان کا علم وعمل شمع راہ کا کام دیتا رہے۔ اس طرح کی ایک جماعت اگرچہ اس کی تعداد کتنی ہی تھوڑی ہو۔ اس اُمت میں ہمیشہ باقی رہے گی۔ فتنوں کا کتنا ہی زور ہو، لیکن دعوت وتبلیغ کی علمبردار یہ صالح جماعت آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے عمل کو زندہ رکھے گی۔

ہر دور میں اس طرح کی جماعت کو باقی رکھنے سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ جس طرح علم وحی کو قرآن کی صورت میں قیامت تک محفوظ کر دیا گیا، اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ اور رسول ﷺ کے صحابہؓ کے علم وعمل کو اس جماعت کے ذریعے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا جائے اور خلق کی ہدایت اور رسول ﷺ کی حجت تمام کرنے کے لیے جو روشنی مطلوب ہے، وہ کبھی گُل ہونے نہ پائے۔ حضرت مسیح علیہ السّلام کے الفاظ میں "یہ لوگ پہاڑی کے چراغ ہوں گے، جن سے راہ ڈھونڈنے والے رہنمائی حاصل کریں گے اور زمین کے نمک ہوں گے، جن سے کوئی چیز نمکین کی جاسکے گی۔" (۳۷)

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شہادت علیٰ الناس یا تبلیغِ دین محض بطور ایک نیکی اور دین داری کے کام کے مطلوب نہیں ہے اور نہ محض مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لیے مطلوب ہے، بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثتِ عام کا جو مقصد اس اُمت کے ہاتھوں پورا ہونا ہے، یہ اس کا مطالبہ ہے، جو اللہ کے ہر اس بندے کو ادا کرنا ہے، جو آنحضرت ﷺ کی اُمت میں داخل ہے۔ یہ ایک فریضۂ رسالت ہے، جو آنحضرت ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر ڈالا ہے۔

دعوت وتبلیغ: اُمتِ محمدی کا دینی شعار، اسلام کا بنیادی امتیاز:

بعثتِ نبویؐ کے وقت دنیا میں دو قسم کے مذاہب تھے، دو ایسے جو تبلیغی تھے، یعنی عیسائیت اور بدھ مت، باقی زیادہ تر ایسے ہی تھے جو تبلیغی نہیں، جیسے یہودیت، مجوسیت، ہندومت۔ جو دو تبلیغی سمجھے جاتے تھے، ان کی نسبت یہ فیصلہ مشکوک ہے کہ آیا یہ تبلیغ ان کے اصل مذہب کا حکم تھا یا بعد کے پیرووں کا عمل ہے؟ کیوں کہ ان کے مذہبی صحیفوں میں اس تعلیم دعوت کی کھلی ہوئی ہدایتیں اور

ان کے بانیوں کی زندگی میں اس کی عملی مثالیں نہیں ملتیں، تمام مذاہب میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس نے تبلیغ کی اہمیت کو سمجھا اور اس کے متعلق اپنے صحیفوں میں کھلے احکام دیے اور اس کے داعی وحامل علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس کی عملی مثالیں پیش کیں۔

جن مذاہب نے تبلیغ کو اپنا اصول نہیں ٹھہرایا، ان کے ایسا کرنے کی اصل وجہ دو ہیں، ایک یہ کہ ان کے نزدیک اس حق کے قبول کرنے کی عزت کا استحقاق پیدائش سے حاصل ہوتا ہے، کوشش سے نہیں، دوسرا سبب یہ ہے کہ جو حق ان کے پاس ہے، وہ ان کے نزدیک اتنا پاک ومقدس ہے کہ ان کی خاص پاک وبزرگ ومحترم نسل وقوم کے علاوہ دوسری تمام قومیں جو ناپاک ونجس وکمتر ہیں، ان تک اپنے پاک مذہب کو لے جانا خود اس مذہب کی پاکی کو نقصان پہنچاتا ہے، یہی سبب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک دفعہ جب ایک کنعانی (متی ۱۵) یا یونانی (مرقس ۷) عورت نے ان سے برکت چاہی تو فرمایا: میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی ۱۵-۲۵) پھر فرمایا "مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی (بنی اسرائیل کا مذہب) کتوں (غیر اسرائیلی قوموں) کو پھینک دیں۔" پھر فرمایا "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ پہلے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو۔" (متی ۱۰-۶) پھر ارشاد فرمایا: "وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سوّروں کے آگے نہ پھینکو۔" (متی ۷-۶)

ہندوؤں نے اپنے مذہب کو تمام قوموں سے جو چھپا کر رکھا، اس کا بھی یہی سبب تھا کہ وہ اپنے خودساختہ عقیدے اور نظریے کے مطابق اپنا پاک دھرم ملیچھوں اور اچھوتوں کو سکھا کر اسے ناپاک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہودیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ نامختون اس نعمت کے اہل نہیں۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "امام الانبیاء، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات کی ایک ہی سطح پر لا کھڑا کیا اور اللہ کے پیغام کی منادی کا سب کو یکساں مستحق قرار دیا، اس لیے آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ کے لیے قریش وغیر قریش، عرب وعجم، ہند وروم کی تخصیص نہیں فرمائی، بلکہ دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر

گوشے میں صدائے الٰہی کا پہنچانا فرض قرار دیا۔ ابتدائی وحی میں انجانوں کو ہوشیار اور بے خبروں کو آگاہ کرنا سب سے پہلا حکم تھا۔ ارشاد ہوا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ (۳۸) "اے چادر پوش! اٹھ کھڑا ہو اور ہوشیار و آگاہ کر۔" پھر بار بار حکم ہوتا ہے کہ ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾ (۳۹) "جو تیری طرف اتارا گیا ہے اسے اوروں تک پہنچا۔" پھر فرمایا گیا: ﴿فَلِذٰلِکَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ﴾ (۴۰) "لوگوں کو دعوت دے اور مضبوط قائم رہ، جس طرح تجھے حکم دیا گیا۔" ایک مقام پر فرمایا گیا: ﴿فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی﴾ (۴۱) "لوگوں کو نصیحت کر اگر نصیحت فائدہ مند ہو۔" ایک اور مقام پر فرمایا گیا: ﴿فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ﴾ (۴۲) "قرآن سے سمجھاؤ اسے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔" ان کے علاوہ سینکڑوں آیتوں میں اس فرض کی اہمیت ظاہر کی گئی، حضرت علیؓ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اے علی! تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا بھی دین حق کو قبول کر لینا دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی بڑھ کر ہے۔

اس سے زیادہ یہ کہ اسلام نے اپنے ہر پیرو پر خیر کی دعوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تواصی بالحق یعنی باہم ایک دوسرے کو سچائی کی نصیحت کرنا، ضروری قرار دیا ہے اور مسلمانوں کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی تاریکی سے نکالنے کی جدوجہد کریں۔

آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پروا ہو کر پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچائیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا رسالت کا فریضہ انجام نہیں دیا۔

اس حوالے سے ارشادِ ربانی ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ﴾ (۴۳) "اے اللہ کے پیغام پہنچانے والے تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے، اسے پہنچا دے، اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور تجھے اللہ لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔" (۴۴)

فریضہ تبلیغ کی وسعت و جامعیت اور عظمت و اہمیت:

پیغام الٰہی سچائی کا ایک بہتا چشمہ ہے، جو آہستہ آہستہ قدرتی رفتار سے پہلے اپنی قریب کی زمین کو، پھر آگے کو، پھر اس سے آگے کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے کناروں تک پہنچ جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کو تبلیغ کا حکم اسی تدریج کے ساتھ ہوا، سب سے پہلے خاص اپنے گھر اور خاندان کے لوگوں کو سمجھانے کا حکم ہوا۔ ارشاد ہوا:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾(۴۵) اور اپنے سب سے نزدیک کے اہلِ خاندان کو آگاہ و ہوشیار کیجیے۔" اس کے بعد یہ دائرہ بڑھ کر شہر مکہ اور اس کے اطراف کی آبادیوں تک پہنچتا ہے۔ ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾(۴۶) تا کہ تو مکہ اور جو اس کے آس پاس (کے بدوی) ہیں، انہیں آگاہ و ہوشیار کرے۔

اب تبلیغ کا دائرہ اس سے بھی آگے بڑھتا ہے اور ہر زندہ روح یعنی سوجھ بوجھ، احساس و عقل وغیرہ حقیقی زندگی کی علامتیں جس میں موجود ہوں، اس کی مخاطب ہوتی ہے:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾(۴۷) یہ قرآن تو صرف ایک نصیحت اور صاف صاف اللہ کا کلام ہے تا کہ وہ اسے ہوشیار کرے جو زندہ ہے۔ پھر جس حد تک بھی اس کی آواز پہنچ جائے، سب سے اس کا خطاب ہے۔ ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط﴾(۴۸) تا کہ میں تمہیں آگاہ و ہوشیار کروں اور ان کو جن تک میری یہ آگاہ و ہوشیار کرنے والی آواز پہنچے۔ پھر تمام انسانوں تک اس کی وسعت ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا: ﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾(۴۹) یہ قرآن تمام انسانوں کے لیے پیغام ہے۔

آنحضرت ﷺ کو خطاب ہوا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾(۵۰) اور ہم نے تمہیں انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا۔"

آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ تمام انسانوں کو خطاب کر کے یہ اعلان فرمادیں۔ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾(۵۱) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔

اس سے زیادہ یہ ہے کہ تمام کائنات آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے دائرے میں داخل ہے۔ اس حوالے سے فرمایا گیا: ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(۵۲) برکت والا ہے وہ پروردگار، جس نے حق اور باطل میں امتیاز بیان کرنے والی کتاب اپنے بندے (محمد) پر نازل کی، تاکہ وہ دنیا جہاں کے لیے ہوشیار وآگاہ کرنے والا ہو، وہ اللہ جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔" اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس تبلیغ ودعوت کی وسعت اور اس میں کامیابی کی خوش خبری عین اسی وقت دے دی گئی تھی، جب مسلمانوں کے دلوں میں ایک قسم کی مایوسی چھائی ہوئی تھی، چنانچہ آیت ذیل نازل ہوئی: ﴿اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَہٗ بَعْدَ حِیْنٍ﴾(۵۳) یہ قرآن تو دنیا کے لیے نصیحت ہے اور تم ایک زمانے کے بعد اس کی خبر جانو گے۔(۵۴)

دعوت وتبلیغ: اُمّت مسلمہ کا فرض منصبی:

دعوت وتبلیغ وہ فریضۂ رسالت ہے، جس کی وجہ سے اس اُمّت کو "خیر اُمّت" کہا گیا ہے، اگر خدانخواستہ مسلمان اس فرض منصبی کو بھلا دیں تو اس صورت میں یہ دنیا کی قوموں میں سے بس ایک قوم ہیں، نہ ان کے اندر کوئی خاص خوبی ہے، نہ کوئی خاص وجہ فضیلت اور نہ پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پروا ہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں یا ذلت کے ساتھ۔ بلکہ اس فرض کو فراموش کر دینے کے بعد وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک معتوب قوم بن جائیں گے، جس طرح دنیا کی دوسری قومیں جو اللہ کی طرف سے کسی منصب پر سرفراز کی گئی تھیں، اپنا فرض انجام نہ دینے کی وجہ سے معتوب ہو گئیں، چنانچہ جس آیت میں مسلمانوں کے "خیر امت" ہونے کا ذکر ہے، اسی میں ان کی ذمہ داری بھی واضح کر دی گئی ہے: ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾(۵۵) تم بہترین امت ہو، لوگوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیے گئے ہو معروف کا حکم دیتے ہو، منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسی جماعتی فرض کو ادا کرنے کی باضابطہ صورت خود اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی یہ ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (۵۶) چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (۵۷)

تبلیغ پیغام حق کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ ہر نبی کے فرائض میں فریضۂ تبلیغ بھی شامل تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو حکم ہوا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۚ﴾(۵۸) اے رسول، جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اسے آگے پہنچائیں اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ نے رسالت کا ابلاغ نہیں کیا۔

آپ ﷺ نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ فریضۂ تبلیغ ادا کریں۔ آپ کا ارشاد ہے: "بلغوا عنّی ولو آیة"(۵۹) آگے پہنچاؤ، گو مجھ سے سنی ہوئی ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح آپ ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے جس کے الفاظ مختلف روایات میں مختلف ہیں، لیکن مفہوم ایک ہے اور یہ اتنی کثرت سے روایت کی گئی کہ بعض لوگ اسے متواتر کہتے ہیں۔ "نضّر اللّٰهُ امرأ سمع منّا حدیثاً فبلغ کما سمعهٗ فرُبّ مبلغ احفظ من سامع" (۶۰) اللہ تعالیٰ اس شخص کو سر سبز و شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اسے اس طرح آگے پہنچایا جیسے سنا، چونکہ بعض اوقات وہ شخص جس تک بات پہنچی ہے، اس سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے، جس نے پہلے سنی تھی۔ "خطبۂ حجۃ الوداع" پر خصوصیت سے اور بعض دوسرے مواقع پر عمومی طور پر آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: "فلیبلغ الشاهد الغائب" (۶۱) جو حاضر

ہے، وہ اس شخص تک میرا پیغام پہنچادے، جو اس وقت غیر حاضر ہے۔

مندرجہ بالا نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دعوت وتبلیغ اُمتِ مسلمہ کا فریضہ ہے، جو پیغام رسالت اس تک پہنچا ہے، اسے آگے پہنچانا اس کے فرائض میں سے ہے۔ رسالت کی جانشینی کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ اُمت اسی طرح دین کی تبلیغ کرتی رہے، جس طرح رسولِ اکرم ﷺ اپنے وقت میں فرماتے تھے، آپ کی حیاتِ طیبہ کا اُسوہ ہمارے سامنے ہے۔ (۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لیے اصل محرک درحقیقت اس فرضِ عظیم کا احساس ہے، جو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کیا گیا ہے۔ جب تک یہ چیز دنیا میں موجود نہیں ہے ہر مسلمان کا سب سے مقدم اور سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ اسے وجود میں لانے کے لیے جو کچھ کرسکتا ہے، کرے۔ اسی کے لیے ہر مسلمان کو سونا اور جاگنا چاہیے، اسی کے لیے مرنا اور جینا ہے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی زندگی اللہ کے منشا کے بالکل خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ اپنی اس کوتاہی کے لیے کوئی عذر نہ کرسکیں گے۔ یہ چیز ان کی ہستی کی غایت ہے، اگر اسے انہوں نے کھو دیا تو جس طرح وہ تمام چیزیں جو اپنے مقصد وجود سے بے وقعت ہو جاتی ہیں، اسی طرح یہ بھی اس زمین کے خس وخاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور ان کے لیے ہرگز زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو "اُمتِ وسط" یا "خیر اُمت" کے لقب کا مستحق سمجھیں یا اللہ تعالیٰ سے کسی نصرت وحمایت کی امید رکھیں۔

دعوت وتبلیغ اور اُمتِ مسلمہ کی ذمّے داریاں:

دنیا کے ہر گروہ کی ذمّے داریاں ان کے نصب العین اور نظریۂ حیات سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کی ذمّے داریاں بھی اس کے نصب العین اور نظریۂ حیات سے وابستہ ہیں۔ اس نصب العین کی وجہ سے اس کی ذمّے دیاریاں بھی خصوصی حیثیت کی حامل ہیں، ان ذمّے داریوں میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جاتا ہے:

نیابتِ رسول ﷺ: اُمت کی سب سے اہم ذمّے داری نیابتِ رسول ﷺ ہے، چونکہ حضور اکرم

ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لیے پیغمبرانہ کام کو جاری رکھنا اور دعوت وتبلیغ کے فرائض کو انجام دینا مجموعی طور پر اُمّت کی ذمّے داری ہے۔ پیغمبر ﷺ کے فرائض میں تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب وحکمت، تزکیۂ نفوس، اقامتِ دین، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور عمومی طور پر شریعتِ الٰہی کا نفاذ شامل ہے، اس لیے اُمّتِ مسلمہ اس کارِ پیغمبری کی مکلّف ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا لازمی نتیجہ ہے کہ اُمّت کارِ نبوت کو جاری رکھے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔ کوتاہی کرنے والے کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ (۶۳)

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (۶۴) اس نے تمہیں چُن لیا ہے اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب ہے، اس نے پہلے سے تمہارا نام مسلم رکھا اور اس دین میں بھی یہی نام ہے، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم تمام لوگوں پر گواہ ہو۔

نیابتِ رسولؐ کے سلسلے میں عائد شدہ تمام ذمّے داریوں کو دو عنوانات کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے اور تمام پیغمبرانہ سرگرمیاں ان تین عنوانات کے تحت بیان کی جا سکتی ہیں۔ ایک دعوت وتبلیغ دوسرا تزکیۂ نفوس اور تیسرا اقامتِ دین۔

دعوت وتبلیغ: دعوت الی اللہ انبیاءؑ کی پہلی ذمّے داری ہے، بلکہ کارِ رسالت کا آغاز ہی اسی سے ہوتا ہے اور یہ ایسی سرگرمی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ قرآن وسنت نے اسے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ مسلمانوں کی ذمّے داری ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہیں، ورنہ وہ اللہ کی تائید ونصرت اور رحمت وبرکت سے محروم ہو جائیں گے۔ قرآن وسنت نے اسے مختلف اسالیب سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، کہیں اسے تبلیغ، کہیں دعوت، کہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور کہیں تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا نام دیا ہے۔ (۶۵) مندرجہ ذیل نصوص سے اس کی

اہمیت واضح ہو جائے گی۔(۶۶)

☆امر بالمعروف ونہی عن المنکر :ارشادِ ربّانی ہے:﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط﴾(۶۷) تم بہترین امّت ہو۔تمہیں لوگوں کے لیے بنایا گیا۔تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو۔

یہ وہ عمومی حکم ہے جس کے تحت پوری امّت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمّے دار ہے۔ہر انسان کو اپنی بساط کے مطابق یہ فریضہ انجام دینا ہے۔ایک مقام پر فرمایا گیا:﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(۶۸) تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے،جو بھلائی کی دعوت دے،معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے،یہی فلاح پانے والے ہیں۔

مسلم معاشرے کی مجموعی فضا خیر اور معروف کی فضا ہے اور اسے قائم رکھنا امّتِ مسلمہ کی ذمّے داری ہے،ورنہ اسلامی معاشرے میں اور غیر مسلم معاشرے میں امتیاز ختم ہو جائے گا،حضور اکرم ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن نے معروف ومنکر کا خصوصی ذکر کیا ہے:﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۶۹) آپ انہیں نیکیوں کا حکم دیتے اور بُرائیوں سے روکتے ہیں۔﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۷۰) اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

ان آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر بالمعروف کی کتنی اہمیت ہے۔ایک اچھا شہری،ہر مسلمان اس بات کا پابند ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے،اس کے بغیر فرد کی نیکی کا حصول اور معاشرے کی فلاح ممکن نہیں۔چونکہ مسلم معاشرہ خیر وبھلائی پر قائم ہے،اس لیے یہ ضروری ہے کہ یہ شعور ہمیشہ تازہ رہے اور اسے تازہ رکھنے کا سب سے اچھا ذریعہ یہ ہے لوگ ایک دوسرے کو حق اور صبر پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو یاد دلاتے

رہیں کہ حیاتِ انسانی کا اصلی معیار حق ہے اور اس پر قائم رہنے کے لیے صبر کی صفت کو اپنانا چاہیے۔قرآن مجید نے اس حقیقت کو ایک مختصر سورت میں بیان کیا ہے۔بعض مفسرین کے نزدیک یہ سورت اتنی جامع ہے کہ اگر صرف یہی نازل ہوتی تو اللہ اپنے بندوں سے حساب کتاب لینے میں حق بجانب ہوتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾(۷۱)زمانے کی قسم،انسان یقیناً گھاٹے میں ہے،سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے ہیں،اچھے عمل کرتے ہیں،ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔انسان کا صرف حق پر قائم رہنا ہی کافی نہیں،بلکہ اس کی یہ بھی ذمّے داری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی حق پر قائم رہنے پر آمادہ کرے،یہ وہ پیغمبرانہ کام ہے،جو ختم نبوت کی وجہ سے اُمّتِ مسلمہ کے ذمّے آن پڑا ہے۔(۷۲)

دعوت وتبلیغ:امام الانبیاء کا فریضۂ نبوت ورسالت:

اللہ تعالیٰ نے رُشد وہدایت کے ابدی سرچشمے قرآن حکیم میں سیّدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مخاطب ہوکر فرمایا:﴿یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ﴾(۷۳)

اے پیغمبرؐ!جو کچھ آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے،وہ (لوگوں تک) پہنچا دیجیے اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچالے گا۔یقین رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو (آپؐ کے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا:﴿فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ﴾(۷۴)بہرحال آپ کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔

دعوت و تبلیغ کا اسلوب اور اس کی حکمتِ عملی کی وضاحت کے ساتھ "سورۃ النحل" میں آنحضور ﷺ سے کہا گیا: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط﴾ (۷۵) (اے رسول ﷺ) لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان کے ساتھ ایسے طریق پر مباحثہ کرو جو بہت اچھا ہو۔

"سورۃ الشوریٰ" میں فرمایا گیا:

﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۝ فَلِذٰلِکَ فَادْعُ ج وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ ج وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ج﴾ (۷۶)

اور جن لوگوں نے ورثے میں کتاب پائی ہے، ان کے پیچھے وہ اس کے بارے میں بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کو بلائیے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہیے، جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجیے۔

نبی کریم ﷺ کی رسالت کے حوالے سے منصبی ذمے داریوں کو گنواتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ قف وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (۷۷)

وہی ہے، جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

نبوت و رسالت کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کو جو مراتب عالیہ عطا ہوئے، ان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (۷۸)

اے نبی ﷺ، ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر۔

اول الذکر دو آیات میں رسول اللہ ﷺ کو پیغامبر کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپؐ پر جو وحی نازل کی جارہی ہے، آپؐ اسے لوگوں تک بلاکم وکاست پہنچا دیں، یہی منصب رسالت کا حقیقی تقاضا ہے، اس کے بعد کی دو آیتوں میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ داعی ہیں، بھلے اور پُرحکمت انداز میں لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف دعوت دیجیے اور اگر مباحثے کی نوبت آجائے تو آپ مستحسن انداز اپنایئے گا یہ بھی کہا گیا کہ اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہیے۔

پانچویں آیت میں آپؐ کی ذمے داریاں بیان کی گئی ہیں کہ آپؐ مزکّی بھی ہیں اور کتاب و حکمت کے معلّم بھی۔ چھٹی آیت میں آپ کو شاہد، مبشر اور حق کے داعی کے طور پر پیش کیا گیا ہے، آغازِ بعثت میں فرمایا گیا تھا کہ: ﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴾ (۷۹) یقیناً ہم تم پر ایک بھاری ذمّے داری ڈالنے والے ہیں۔ اور پھر فرمایا گیا: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ﴾ (۸۰۔الف) اٹھو! پس خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ یعنی کمر بستہ ہو کر اٹھیے اور پورے عزم وحوصلے کے ساتھ اپنی قوم کو انذار کیجیے اور اللہ کی کبریائی و یکتائی کا اعلان کیجیے اور پھر آپؐ نے بعثت سے آخری سانس تک جو کام پیہم اور متواتر کیا، وہ دعوت وتبلیغ کا عمل ہے۔

ان آیاتِ قرآنی اور ان کے اسلوب اور پیغام سے پتا چلتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے منصب نبوت و رسالت کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ آپؐ دعوت وتبلیغ کے ذریعے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیں، تاہم اس کا اسلوب اور طریق کار کیا ہونا چاہیے، اس حوالے سے فرمایا گیا: آپؐ حکمت اور موعظتِ حسنہ سے انہیں دین کی دعوت دیجیے، یہ دعوت وتبلیغ کا بنیادی اسلوب اور حکمتِ عملی ہے، جس پر عمل پیرا ہونے کا رسالت مآب کو حکم دیا گیا۔ دعوت کے عمل میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف اندازہائے کار سے استفادہ کیا، مختلف مواقع پر مختلف اسالیب اختیار کیے، جن کا بنیادی مقصد قافلۂ انسانیت کو توحید کے نور سے منوّر کرنا، رُشد وہدایت کا پیغام عام کرنا اور دنیا کو دین سے منوّر کرنا تھا۔

فریضۂ نبوت ورسالت اور رسولِ اکرم ؐ کا منہاجِ دعوت:

قرآنِ کریم نے دعوت وتبلیغ کی صحیح اہمیت اور اس کے اصول وضوابط پر مفصّل بحث کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تبلیغ کے تمام پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے دونوں دوائر میں کام کی نوعیت واہمیت کا تفصیلی جائزہ لیا اور احکام صادر فرمائے، آپ ؐ نے اوّلین طور پر کام یہ کیا کہ دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات کی ایک سطح پر لا کھڑا کیا اور اللہ کے پیغام کی منادی کا سب کو یکساں مستحق قرار دیا۔ آپ ؐ نے اپنی تبلیغ کے لیے قریش وغیر قریش، حجاز ویمن، عرب وعجم اور روم وہند کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی، بلکہ دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر گوشے میں صدائے الٰہی کو پہنچانا فرض قرار دیا۔ البتہ عملی سہولت کے لیے ایک ترتیب ملحوظ رکھی۔

قرآن پاک میں تبلیغ کے ضمن میں دو طرح کے ارشادات ہیں، ایک وہ جن میں فریضۂ تبلیغ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسرے وہ جن میں ترتیب کار کو بیان کیا گیا ہے۔ (۸۰۔ب)

آپ ؐ کے تبلیغی مشن کے لیے قرآن پاک نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً تبلیغ، تبشیر، انذار اور تذکیر وغیرہ۔ قرآن مجید میں آپ ؐ کی مساعی کو ان ہی اصطلاحوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پروا ہو کر پیامِ الٰہی لوگوں تک پہنچائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو گویا آپ ؐ نے رسالت کا فرض انجام نہیں دیا۔ ارشاد ہوا: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۸۱) اے اللہ کے پیغام پہنچانے والے، آپ ؐ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے، اسے پہنچاؤ۔ اگر آپ ؐ نے ایسا نہیں کیا تو آپ ؐ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ کو اللہ لوگوں سے بچالے گا۔

ایک مقام پر فرمایا گیا: ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (۸۲) اگر تم منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمّے تو صرف پیغام کھول کر پہنچا دینا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا: ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ

عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ ط﴾(۸۳) پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا آپ کا کام صرف احکام پہنچا دینا ہے۔ ایک موقع پر ارشاد ہوا: ﴿وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾(۸۴) اور نصیحت کرو کہ نصیحت اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

نیز فرمایا گیا: ﴿فَذَکِّرْ فَقف اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّرٌ﴾ (۸۵) آپ نصیحت کرتے رہیں آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔

آپؐ کے پیغمبرانہ مشن کے حوالے سے ارشاد ہوا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا﴾ (۸۶) اور اے محمدؐ ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا گیا: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا﴾(۸۷) اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بڑی فضیلت آئی ہے آپؐ نے اپنے پیروؤں کو تبلیغ کا حکم دیا ہے اس حوالے سے ارشاد نبویؐ ہے:

"فواللہ لان یھدی اللہ بک رجلاً واحداً خیرٌ لک من ان یکون لک حمر النعم" (۸۸) آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علیؓ تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا بھی دین حق قبول کر لینا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

☆ "عن ابی سعید الخدریؓ عن رسول اللہ ﷺ من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان" (۸۹) حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے درست کر دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی (بھی) استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین

ایمان ہوگا۔

☆"عن حُذیفةؓ عن النّبی ﷺ قال: والّذی نفسی بیدہٖ لتأمُرنّ بالمعرُوف ولتنھون عن المُنکر او لیوشکنّ اللّٰہ ان یُبعث علیکُم عقاباً منہ ثُمّ تدعُونہ فلا یُستجابُ لکُم"(۹۰)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور بُرائی سے ضرور روکنا ہوگا، ورنہ عین ممکن ہے اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے، پھر تم اسے پکارو اور تمہیں جواب نہ آئے گا۔

ان آیات واحادیث سے تبلیغ ودعوت کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اسے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔(۹۱)

آپؐ نے تبلیغ کے دونوں دوائر کو ملحوظ رکھا اور اپنی اُمت کے لیے لازم قرار دیا کہ وہ تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھیں اور شہادتِ توحید ورسالت دیتے رہیں۔ قرآن پاک نے تو تبلیغ کو اس اُمت کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ فرمایا گیا: ﴿کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۹۲)

(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط﴾(۹۳) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے، جو خیر کی طرف بلایا کرے اور نیک کام کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى صے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص﴾(۹۴) نیکی وتقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ وزیادتی میں ایک

دوسرے کی اعانت مت کرو۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو نیکی پھیلانے اور بھلی بات کو آگے پہنچانے کی تربیت دی اور احساس بھی دلایا۔ بدی کو روکنے کا حکم دیا اور اس سے تعاون کرنے کے انجامِ بد سے ڈرایا۔ آپؐ نے فرمایا: "بلّغوا عنّی ولو آیة" (۹۵) مجھ سے (علم) آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ بار بار یہ ارشاد فرماتے: ''اللّٰھُمّ ھل بلّغتُ'' (۹۶) ازاں بعد فرمایا: ''فلیُبلّغ الشّاھدِ الغائب'' (۹۷) جو موجود ہے، اسے غیر موجود تک پہنچانا چاہیے۔

آغازِ رسالت: رسول اکرم ا کی دعوت وتبلیغ کا نقطۂ آغاز:

نبوت کا اظہار تو ''سورۃ العلق'' کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول سے ہوگیا، لیکن رسالت کا آغاز اس وقت ہوا جب ''سورۃ المدثر'' کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ ارشاد فرمایا گیا: ﴿یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۝ وَ الرُّجْزَ فَاھْجُرْ ۝ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ ۝ وَ لِرَبِّکَ فَاصْبِرْ ۝﴾ (۹۸) اے چادر لپیٹنے والے! اٹھیے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے اور اپنے لباس کو پاک رکھیے اور بتوں سے (حسب سابق) دُور رہیے، کسی پر احسان نہ کیجیے زیادہ لینے کے لیے اور اپنے رب کی رضا کے لیے صبر کیجیے۔

یہ وہ آیاتِ طیبات ہیں جن سے رسالتِ محمدیؐ کا آغاز ہوا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: ''اپنے ربِّ کریم کا یہ حکم ملتے ہی رسولِ اکرم ﷺ نے کمر ہمت باندلی، حق کا علم بلند کرنے، ظلمت کدۂ عالم کو نورِ توحید سے منوّر کرنے، باطل کو ہر میدان میں شکست فاش دینے کے لیے یتیمِ مکہؐ نے عزم مصمم کرلیا۔ بادیۂ ضلالت میں صدیوں سے بھٹکنے والے قافلۂ انسانیت کو منزلِ مراد تک پہنچانے کے لیے جو قدم اٹھا، وہ ہمیشہ آگے ہی بڑھتا گیا، مخالفت کا کوئی طوفان اس کی برق رفتاری کو متاثر نہ کرسکا، عداوت وحسد کے کتنے ہی آتش کدے بھڑکائے گئے، لیکن اس بشیر ونذیر رسولؐ کے مبارک قدموں کی برکت سے وہ گلستانوں میں تبدیل

ہوتے گئے۔ تند و تیز آندھیاں اس کے روشن کیے ہوئے چراغوں کو بجھا نہ سکیں، اس کے جاں نثاروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، لیکن ان کی حوصلہ مندیوں میں ذرا فرق نمایاں نہ ہوا۔"(۹۹)

خفیہ دعوت وتبلیغ کے تین سال: حیاتِ طیبہ کا ایک اہم باب:

پہلا مرحلہ: نبی رحمت ﷺ نے بعثت کے بعد پہلے تین سال علانیہ تبلیغ کے بجائے خاص خاص لوگوں تک اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو محدود رکھا۔ اس عرصے میں ایسی ایسی ہستیاں مشرف باسلام ہوئیں، جن کے زرّیں کارناموں سے ملتِ اسلامیہ کی تاریخ کے صفحات جگمگا رہے ہیں۔ بے مثال خوبیوں اور عظیم صلاحیتوں سے مالا مال شخصیتوں نے ایسے نازک وقت اور مشکل حالات میں حبیب کبریا علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے اسلام کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا، جب کہ اسلام کے بیت المال میں ان کو دینے کے لیے ایک درہم بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی کا یہ عالم تھا کہ مشرکین ان پر ظلم کے پہاڑ توڑتے اور یہ اُف تک نہ کہہ سکتے تھے، ان حالات میں اسلام قبول کرنے والے وہ لوگ تھے، جو طبعی طور پر بڑے خوددار، غیور اور مستغنی تھے، جہاں بھر کے سارے خزانے اگر ان کے قدموں پر ڈھیر کر دیے جاتے، تو بھی وہ کسی ایسے نظریے کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، جسے ان کا ذہن اور ضمیر مسترد کر چکا ہو، وہ فطری طور پر اتنے نڈر اور بے باک تھے کہ وہ کسی جابر حکمراں کے خوف سے کسی باطل کے سامنے سر جھکا نہیں سکتے تھے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو نہ لالچی تھے، نہ مفاد پرست، نہ بزدل تھے اور نہ ڈرپوک، کس چیز نے انہیں اسلام کا اس قدر گرویدہ بنا دیا، انہوں نے اپنے محبوب اور حبیب رسول ﷺ کے دستِ مبارک پر ایمان کا عہد کیا تو عمر بھر اسے نبھایا اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے شہادت کی الفت ومحبت میں بصد مسرت اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کر دیا۔ بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسلام کی حقانیت کا حسن و جمال تھا، جس نے ان شیر دل انسانوں کے دلوں کو موہ لیا تھا۔ یہ سرور عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی رعنائیاں اور زیبائیاں تھیں، جنہوں نے ان عظیم انسانوں کو اپنا شیدائی بنا لیا تھا۔ یہ اتنے باضمیر اور با کردار لوگ تھے، جنہیں کوئی قارون خریدنے کے بارے میں

سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ وہ جری اور بہادر لوگ تھے، جن کی ہیبت سے کوہساروں کے دل لرزتے تھے اور جن کے رعب سے سمندروں کے طوفان سہم جایا کرتے تھے۔ ایسی نادرہ روزگار ہستیوں کا اسلام لانا، اسلام کی حقانیت اور رسولِ اکرم، محسنِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس اسلام نے اپنی انتہائی بے بسی اور بے کسی کے دور میں محض اپنے فطری حسن اور کمال دل نوازی سے حضرت ابوبکرؓ جیسے زیرک و دانا، حضرت عمرؓ جیسے بہادر و مدبر، حضرت عثمانؓ جیسے حضرت غنیؓ اور فیاض، حضرت علیؓ جیسے شیر دل اور سپہر علم وحکمت کے نیر اعظم حضرت سعدؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ جیسے سپہ سالاروں اور فاتحین کو اپنا جاں نثار بنالیا تھا، اسے کسی اور تلوار کی کیا ضرورت تھی؟ یقیناً وہ سچا دین ہے، اس کے ان عظیم فرزندوں کی دلکش صورت اور جہاں افروز سیرت سے بڑھ کر کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔'' (۱۰۰)

دعوت وتبلیغ کا دوسرا مرحلہ: بعثت کے بعد تین سال کا عرصہ خاموشی سے تبلیغ میں گزرا۔ اس عرصے میں اسلام نے اولوالعزم ہستیوں کو اپنے پرچم تلے جمع کیا، ان عظیم لوگوں کا اس دین کو قبول کرلینا حضور پرنور ﷺ کے پُرامن جہاد کی شاندار اور بے مثال فتوحات تھیں، اب وہ وقت آگیا تھا کہ دعوتِ توحید کے دائرے کو مزید وسعت دی جائے، چنانچہ جبرائیل امینؑ خداوند قدوس کی جانب سے یہ حکم لے کر تشریف لائے۔ ﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ o وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ o﴾ (۱۰۱) اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتے داروں کو اور نیچے کیا کیجیے اپنے پروں کو ان لوگوں کے لیے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں اہل ایمان میں سے۔''

اس حکمِ خداوندی کی تعمیل ضروری تھی، لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ کفر وشرک کے خوگر معاشرے میں ایسے لوگوں کو توحید کی دعوت دینا جو صدہا سال سے پتھر کے بنے ہوئے اندھے، بہرے، بے جان بتوں کی پوجا کے متوالے تھے اور ان کی آن پر اپنی جان تک قربان کرنا اپنے لیے سرمایۂ سعادت تصور کرتے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ یہ دعوت ان کے دلوں میں اتر جائے، ان کے ذہنوں میں اجالا کردے اور ان کی رُوح بن کر ان کے رگ وپے میں سرایت کرجائے، یہ بڑا

کٹھن کام تھا، کئی ہفتوں تک حضور اکرم ﷺ اس سوچ میں مستغرق رہے، رات اور دن اسی غور وفکر میں بیت جاتے، حضور اکرم ﷺ گھر میں گوشہ نشین رہے۔

چند روز گزر گئے، پھر جبرئیل امینؑ آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ آپ دینِ حق کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ آپ کا معاون و مددگار ہوگا۔ دوسری بار پھر حضور ﷺ نے اپنے قریبی رشتے داروں کو اپنے پاس بلا بھیجا، جب وہ سب جمع ہو گئے تو مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا: "**الحمدللّٰہ احمدُہٗ واستعینہٗ واُومنُ بہٖ واتوکّلُ علیہِ و اشھدُ ان لَا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ثُمّ قال: انّ الرّائد لایُکذّبُ اھلہٗ واللّٰہ لو کذبتُ النّاس جمیعاً ما کذبتکُم ولو غررتُ النّاسُ ماغررتکُم واللّٰہ الّذی لَآ الٰہ الاّ ھُو اِنّی لرسُولُ اللّٰہ الیکُم خاصّۃً والیٰ النّاس کافّۃً واللّٰہ لتموْتنّ کما تنامُون ولتبعثنّ کما تستیقظُون ولتحاسبنّ بما تعملون ولتُجزون بالاحسان احساناً وبالسُّوء سُوء او اِنّھا للجنّۃ ابداً او النّار ابداً واللّٰہ یا بنی عبدُ المطّلب ما اعلمُ شاباً جاء قومہ بافضل ممّا جئتکُم بہٖ انّی قدجئتکُم بامر الدُّنیا والاٰخرۃ**"۔ (۱۰۲)

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، پھر فرمایا: قافلے کا پیشرو اپنے قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولتا، بفرض ومحال اگر میں دوسرے لوگوں سے جھوٹ بولوں تو بخدا میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا، بفرض محال۔ اگر میں ساری دنیا کے ساتھ دھوکہ کروں تو تم سے میں دھوکہ نہیں کر سکتا۔ اس ذات کی قسم، جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں، تمہاری طرف بالخصوص اور ساری انسانیت کی طرف بالعموم۔ بخدا تمہیں موت اس طرح آئے گی، جس طرح تمہیں نیند آتی ہے اور قبروں سے زندہ یوں اٹھائے جاؤ گے، جیسے تم خواب سے بیدار ہوئے ہو اور جو عمل تم کرتے ہو، ان کا تم سے محاسبہ ہوگا، تمہارے اچھے اعمال کی اچھی جزا اور برے کاموں کی بری جزا تمہیں دی جائے گی۔ ٹھکانہ یا ابدی جنت ہے یا ابدی جہنم۔ بخدا اے فرزندانِ

عبدالمطلب! میں کسی ایسے نوجوان کو نہیں جانتا، جو اس چیز سے بہتر اپنی قوم کے پاس لے کر آیا ہو، جو میں لے کر آیا ہوں، میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی فوز و فلاح لے کر آیا ہوں۔''

پہلے دو اجتماعات میں صرف عبدالمطلب کا خاندان مدعو تھا اور وہی لوگ شریک ہوئے تھے۔ اب تیسرے اجتماع کا حضور اکرم ﷺ نے اہتمام فرمایا اس میں قریش کے سارے قبیلوں کو دعوت دی گئی اور صفا کی پہاڑی پر حضور اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر سب حاضرین کو خطاب فرمایا اور آغاز کلام اس سے کیا۔

حاضرین! اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے بڑھتا چلا آرہا ہے، کیا تم میری بات تسلیم کرو گے؟ سب نے جواب دیا، بے شک تسلیم کریں گے، آج تک آپ کی زبان سے ہم نے کبھی ایسی بات نہیں سنی جو غلط ہو۔ پھر فرمایا، اے گروہ قریش، اپنے آپ کو آگ کے عذاب سے بچاؤ، کیوں کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ میں عذاب شدید سے پہلے تمہیں واضح طور پر بروقت ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں، میری اور تمہاری مثال ایسی ہے، جیسے ایک شخص ہو جس نے دشمن کو دیکھ لیا ہو، پس وہ چل پڑے تا کہ اپنے رشتے داروں کو دشمن کی آمد سے باخبر کر دے، پھر اسے یہ اندیشہ لاحق ہو جائے کہ دشمن کہیں اس سے پہلے ہی نہ پہنچ جائے، دور سے ہی زور زور سے یہ اعلان کرنا شروع کر دے۔

"یا صَبا حَاہ، یا صَباحَاہ اتیتُم اتیتُم" جاگو۔ جاگو۔ دشمن پہنچ گیا، دشمن پہنچ گیا۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے امام مسلم نے امام قبیصہ بن المخارق سے اور بلاذری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ تو اللہ کے پیارے رسول ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے اعلان کیا "یــــا صبــاحـــاہ" میری فریاد سنو۔ میری فریاد سنو۔ لوگ کہنے لگے، یہ کون بلا رہا ہے؟ چنانچہ عرب کے رواج کے مطابق وہ لوگ اس صدا پر لبیک کہتے ہوئے اس سمت دوڑے اور جو شخص خود نہ جا سکا، اس نے صورت حال معلوم کرنے کے لیے اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیا، ابولہب اور دیگر قریش بھی وہاں جمع ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا، اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ دشمن کے سواروں کا دستہ اس

پہاڑ کے دامن سے نکل کر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، کیا تم میری بات مانو گے؟ سب نے کہا بے شک ہم نے کبھی آپ کو غلط بیانی کرتے نہیں سنا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**قال یا بنی کعب بن لُوی انقِذُوا انفُسکُم من النارُ یا بنی مُرّہ بن کعب انقذُوا انفُسکُم من النّار. یا بنی ھاشم انقذُوا انفُسکُم من النار. یا بنی عبد شمس انقِذُوا انفُسکُم من النّار. یا بنی عبد مناف انقِذُوا انفُسکُم من النّار یا بنی زُھرۃ انقِذُوا انفُسکُم من النّار یا بنی عبدالمطّلب انقِذُوا انفُسکُم من النّار یا فاطمۃ انقذِی نفسکِ من النّار یا صفیۃ عمۃ محمد انقِذی نفسکِ من النّار فانّی لا املکُ لکُم من اللّٰہ شیئاً الّا ان تقُولُوا لآ الٰہ الّا اللّٰہ**" (۱۰۳) "اے کعب بن لوی کے بیٹو! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے فرزندو! آتش جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی ہاشم! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبد شمس! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبد مناف! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی زہرہ! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبدالمطلب! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے فاطمہ! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے صفیہ (محمد رسول اللہ کی پھوپھی) آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ مگر یہ کہ تم کہو لا الٰہ الا اللہ"

علانیہ دعوت وتبلیغ: دعوتِ دین کا تیسرا مرحلہ:

یہ دعوتِ اسلام کا تیسرا مرحلہ تھا، اس کا دائرہ رشتے داروں سے بڑھا کر تمام انسانوں تک بڑھا دیا گیا تھا۔ دعوت وتبلیغ کا یہ مرحلہ بھی گزشتہ دو مراحل کی طرح انتہائی کٹھن، صبر آزما اور کفار مکہ کی جانب سے بدترین عداوت کے اظہار، تشدد، ایذا رسانی اور انتہائی آزمائشی مراحل پر مشتمل تھا، تاہم رسول اکرم ﷺ نے اس مرحلے میں صبر واستقامت، جرأت وعزیمت، حکمت وبصیرت، تدبّر وفراست اور دعوت وتبلیغ کی مثالی اور اثر انگیز حکمت عملی اپنا کر دعوت دین کو جاری رکھا، تمام شدائد اور بدترین مخالفتوں کے باوجود کفر وشرک کے خاتمے اور رُشد وہدایت کے نور کو عام کرنے میں بے مثال اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔

سیرت کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ داعیِ اعظم، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے پہلے مرحلے میں خفیہ دعوت کے تین سال اور بعد ازاں ہجرتِ مدینہ سے قبل اعلانیہ دعوت عام کے دس سال اور مختلف مراحل میں دعوت وتبلیغ کی جو حکمت عملی اپنائی، وہ بلاشبہ مکمل طور پر کامیاب رہی۔ آپؐ کی دعوت وتبلیغ کی کامیابی اور اس کی حکمت عملی کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ خود قرآن نے آپؐ کی دعوت وتبلیغ کی کامیابی اور آپؐ کے پیغمبرانہ مشن کی تکمیل کا اعلان عام فرمایا، بعد ازاں اس کے جو ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے، اس نے اسلام کی عالمگیر اشاعت میں مثالی اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ جس کا اعتراف اپنے اور بیگانے دونوں کرتے نظر آتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی حکمت عملی اور آپؐ کی فراست وتدبر کی بدولت اسلام ایک کامل ومکمل دین اور ابدی ضابطۂ حیات کے طور پر دنیا کے سامنے پیش ہوا۔ دنیا سے کفر وشرک کے اندھیروں کو دور کرنے اور توحید کا نور عام کرنے میں آپؐ کی تبلیغی حکمتِ عملی کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

خفیہ تبلیغ کا تین سالہ دور اور دعوت وتبلیغ کی حکمت عملی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تبلیغ رسالت کی جو حکمت سکھائی تھی، اس کے مطابق آپؐ نے اپنا کام چھوٹتے ہی اعلان نبوت کر دینے اور لوگوں کو دعوت دینے سے نہیں کیا، بلکہ ابتدائی تین سال تک آپؐ خفیہ طریقے سے اسلام کا پیغام ان سعید رُوحوں تک پہنچاتے رہے، جو محض دلیل وبرہان اور تفہیم وتذکیر سے توحید کو قبول کرنے اور شرک چھوڑ دینے پر آمادہ ہوسکتی تھیں اور اس کے ساتھ جن پر یہ اعتماد بھی کیا جاسکتا تھا کہ وہ اس تحریک کو اس وقت تک راز میں رکھیں گی، جب تک اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہادیِ برحقؐ اعلان عام اور واشگاف دعوت الی اللہ شروع کر دینے کا فیصلہ نہ فرمائیں۔ اس کام میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اثرات کارگر ثابت ہوئے۔ اس کی وجہ طبری اور ابنِ ہشام نے یہ بیان کی ہے کہ وہ نہایت ملنسار، خوش خلق اور اپنی قوم میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت مقبول ومحبوب تھے۔ قریش میں کوئی شخص ان سے زیادہ اخبار الناس کا علم نہ رکھتا تھا اور نہ

ان سے زیادہ کوئی یہ جانتا تھا کہ قریش میں اچھے اور بُرے کون ہیں اور کس کے کیا اوصاف ہیں؟ وہ تجارت پیشہ تھے اور اپنے حسن معاملہ کے لیے مشہور تھے، ان کی قوم کے لوگ ان کے علم، ان کی تجارت اور ان کے عمدہ برتاؤ کی وجہ سے بکثرت ان سے ملتے اور ان کے پاس آکر بیٹھتے تھے، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے جن جن لوگوں پر اعتماد کیا، ان تک دعوت پہنچائی اور ایک اچھی خاصی تعداد ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئی، پھر جو جو مسلمان ہوتا گیا، وہ آگے اپنے حلقۂ احباب میں نیک روحوں کو تلاش کر کے اندر ہی اندر اسلام پھیلاتا گیا۔(۱۰۴)

خفیہ دعوت وتبلیغ کے ان تین سالوں میں رسول اکرم ﷺ نے جس فراست و تدبّر، حکمت و بصیرت اور دعوت وتبلیغ کی مثالی حکمتِ عملی کو اپنایا، اس کی بدولت مکہ کے مختلف قبائل کے معروف اور سرکردہ حضرات نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا۔ وہ سابقین اوّلین میں شمار ہوئے اور دین کا ہراول دستہ بنے۔ ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ تلاش وجستجو اور عرق ریزی کے بعد "سیرت سرورِ عالم" میں مولانا مودودی نے ان سعید روحوں کے ناموں کو مرتب کیا ہے۔ یہ وہ صحیح الفکر اور سلیم الفطرت لوگ تھے جنہوں نے محض دلیل اور افہام وتفہیم سے شرک کی برائی کو سمجھا، توحید کی حقیقت کو مانا، محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کیا، قرآن کو کلام الٰہی کی حیثیت سے اپنے لیے سرچشمۂ ہدایت قرار دیا اور آخرت کی زندگی کو یقینی حقیقت سمجھا، اتنے مخلص اور دینی فہم رکھنے والے کارکن تیار کر لینے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی الاعلان دعوت اسلام کا کام شروع فرمایا۔(۱۰۵)

عہدِ نبویؐ میں دعوت وتبلیغ کی باقاعدہ تنظیم:

رسول اکرم ﷺ جب تک مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے، آپ بنفس نفیس دعوت وتبلیغ کے فرض کو انجام دیتے رہے، آپؐ ایک ایک فرد کے پاس جاتے اور حق کا پیغام پہنچاتے، شہر سے نکل کر مکہ کے آس پاس جاتے اور آنے جانے والوں کو بشارت سناتے، مکہ سے نکل کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں بھی اپنا فرض ادا کیا۔ یہ بھی اللہ کی مصلحت تھی کہ اس نے اپنے آخری دین کا مرکز مکہ

معظمہ کو قرار دیا، جو عرب کا مرکزی شہر تھا، اور حج کے موسم میں تمام قبیلے خود یہاں آتے تھے، آپ سالہا سال حج کے موسم میں ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور دین کی دعوت پیش کرتے، اسی سالانہ تبلیغ سے اسلام کو وہ جماعت ہاتھ آئی، جس کا نام انصار ہے۔(۱۰۶)

ان تبلیغی سرگرمیوں سے مکہ میں سینکڑوں افراد مسلمان ہو چکے تھے، مگر قریش کے ظلم سے وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے مشورے سے وہ حبشہ کی طرف روانہ ہوئے، اس سفر کی مصلحت بھی عجیب وغریب تھی۔ ان مظلوم مسلمانوں کی ہجرت نے یہ موقع بہم پہنچایا کہ وہ اس مسافرت میں جہاں جہاں سے گزرے، اسلام کی آواز پہنچاتے گئے اور اس طرح یمن اور حبشہ دونوں ملکوں میں اسلام کی تحریک روشناس ہوئی۔ مکہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد عام مسلمانوں میں سب سے پہلے مبلغ اور داعیِ حق حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے، مکے کے بہت سے معزز گھرانوں کے پُر جوش نوجوان ان ہی کی تبلیغ سے اسلام کے حلقۂ بگوش ہوئے، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابو بکرؓ ہی کی کوششوں سے دائرۂ اسلام میں آئے، حضرت ابو بکرؓ کے بعد اسلام کے دوسرے مبلغ حضرت مصعبؓ بن عمیر ہیں، جن کے مؤثر وعظ کو سن کر آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی مدینے کے گھرانے توحید کے پرستار ہو گئے تھے۔(۱۰۷)

مدینہ منورہ: پہلی اسلامی ریاست کا دارالخلافہ، دعوت وتبلیغ کا مثالی مرکز:

مدینہ منورہ آکر اسلام نے امن واطمینان کا سانس لیا تو آنحضرت ﷺ نے ان نومسلموں کی تعلیم کے لیے جو اطراف ملک سے دارالاسلام میں آتے تھے، نیز ملک کے مختلف گوشوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک جماعت قائم کی، جس کا نام عام طور سے اصحاب صفہؓ (چبوترے والے) مشہور ہے، اس میں بعض اوقات سو سے زیادہ افراد داخل رہے ہیں، یہ لوگ اسلام کی دعوت کے لیے بھیجے جاتے اور خود نومسلموں کو تعلیم دیتے، بئر معونہ میں ستر کے قریب جو داعی اور مبلغ دین کی راہ میں شہید ہوئے، وہ اسی جماعت کے ارکان تھے۔

ان کے علاوہ اکابر صحابہؓ جو وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں کے بادشاہوں، قوموں اور قبیلوں میں اسلام کی دعوت لے کر پھیلے، احادیث وسیر کی کتابوں میں ان کے نام متفرق طور سے ملتے ہیں۔ علامہ سید

سلیمان ندوی نے اس سلسلے میں پینتیس صحابۂ کرامؓ کے نام جمع کیے ہیں، جنہوں نے از خود آنحضرت ﷺ کے حکم سے اس فرض کو انجام دیا، ان کے نام یہ ہیں: ابوذرؓ غفاری، طفیل بن عمر ودویؓ، جعفر بن طیارؓ، عمروؓ بن عنبسہ سلمی، ضماد بن ثعلبہؓ، خالدؓ بن ولید، علیؓ بن ابی طالب، مہاجر بن ابی امیہؓ، زیاد بن لبیدؓ، خالد بن سعیدؓ، عدی بن حاتمؓ، علاء بن حضرمیؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، معاذ بن جبلؓ، جریر بن عبداللہ بجلیؓ، دحیہؓ کلبی، عمرو بن امیہؓ ضمری، مغیرہؓ بن شعبہ، عمروؓ بن العاص، وبرؓ بن نحیس، عروہ بن مسعودؓ ثقفی، عامرؓ بن شہر، معقد بن حبانؓ، ثمامہؓ بن اثال، محیصہؓ بن مسعود، احنفؓ، ابوزید انصاریؓ، عمرؓ بن مرہ، عیاشؓ بن ربیع مخزومی، واثلہ بن اسقع، عبداللہؓ بن حذافہ سہمی، حاطبؓ بن ابی بلتعہ، سلیطؓ بن عمرو بن عبد شمس، شجاع بن وہب اسدی۔ ان ہی مبلغوں اور داعیوں اور قاصدوں کی پکار تھی جس نے یمن، یمامہ، بحرین، حجاز، نجد، غرض پورے عرب کو بیدار کردیا اور عرب سے باہر ایران، شام، مصر، حبش ہر جگہ اسلام کا پیغام پہنچ گیا۔" (۱۰۸)

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اشاعت اسلام اور عالم اسلام کا رقبہ

نمبر شمار	صدی	مجموعی رقبہ میلوں میں	کیفیت
۱	۱ھ تا ۱۰۰ھ	۴۰لاکھ میل	ترقی
۲	۱۰۰ھ تا ۲۰۰ھ	۵۰لاکھ میل	ترقی
۳	۲۰۰ھ تا ۳۰۰ھ	۵۵لاکھ میل	ترقی
۴	۳۰۰ھ تا ۴۰۰ھ	۵۲لاکھ میل	تنزل
۵	۴۰۰ھ تا ۵۰۰ھ	۷۰لاکھ میل	ترقی
۶	۵۰۰ھ تا ۶۰۰ھ	۷۸لاکھ میل	ترقی
۷	۶۰۰ھ تا ۷۰۰ھ	۷۵لاکھ میل	تنزل
۸	۷۰۰ھ تا ۸۰۰ھ	ایک کروڑ چالیس لاکھ میل	ترقی
۹	۸۰۰ھ تا ۹۰۰ھ	ایک کروڑ ۴۵لاکھ میل	ترقی
۱۰	۹۰۰ھ تا ۱۰۰۰ھ	ایک کروڑ ۸۵لاکھ میل	ترقی

۱۱	۱۰۰۰ھ تا ۱۱۰۰ھ	ایک کروڑ ۵۳ لاکھ میل	تنزل
۱۲	۱۱۰۰ھ تا ۱۲۰۰ھ	ایک کروڑ ۶۵ لاکھ میل	ترقی
۱۳	۱۲۰۰ھ تا ۱۳۰۰ھ	۴۵ لاکھ میل	تنزل
۱۴	۱۳۰۰ھ تا ۱۴۰۰ھ	ایک کروڑ ۲۰ لاکھ میل	ترقی
۱۵	۱۴۰۰ھ تا ۱۴۲۴ھ	دو کروڑ میل	ترقی (۱۰۹)

داعیِ اعظم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ کا اسوۂ حسنہ: دعوت وتبلیغ کے لیے ایک مثالی اور لائقِ تقلید نمونہ:

اسوۂ نبویؐ کی جامعیت کے حوالے سے علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں: ''ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہے، اگر دولت مند ہو تو مکے کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینے کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالارؐ پر نگاہ دوڑاؤ۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ اُحد سے عبرت حاصل کرو، اگر اُستاد اور معلّم ہو تو صُفہ کی درس گاہ کے معلم اقدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامینؑ کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجدِ نبویؐ میں مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبیؐ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو، تو فاتح مکہؐ کا نظارہ کرو۔ غرض جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو زندگی کے لیے نمونہ اور سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان، ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نُور محمد رسول اللہ ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لیے طبقۂ انسانی کے ہر طالب اور نُور

ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اورآپؐ اسوۂ حسنہ ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اس کے سامنے حضرت نوحؑ وابراہیمؑ، ایوبؑ و یونسؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام انبیائے کرامؑ کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دکانیں ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اخلاق واعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجود ہے۔" (۱۱۰)

وہ مزید لکھتے ہیں: ایسی کامل و جامع ہستی جو اپنی زندگی میں ہر نوع اور ہر قسم، ہر گروہ اور ہر صنف انسانی کے لیے ہدایت کی مثالیں اور نظیریں رکھتی ہو، وہی اس لائق ہے، جو اس اصناف و انواع سے بھری ہوئی دنیا کی عالمگیر اور دائمی رہنمائی کا کام انجام دے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کو دیکھو کہ اس میں نوحؑ اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ، سلیمانؑ اور داؤدؑ، ایوبؑ اور یونسؑ، یوسفؑ اور یعقوبؑ سب کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔" (۱۱۱)

بحیثیت داعی ومبلّغ رسولِ اکرم ﷺ کا کردار:

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝﴾ (۱۱۲) یعنی "اے نبی، ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر۔"

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی پانچ ایسی خصوصیات بتائی ہیں جو آپؐ کی صفاتِ کاملہ ہیں۔

قرآنِ مجید میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے دعوت دینے والا یہ نبیؐ شرک اور کفر کے ان اندھیروں میں جن میں تم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہو، ایک روشن چراغ ہے۔ ان آیات میں جہاں آپؐ کے داعی الی اللہ ہونے کا ذکر ہے، وہاں بطورِ خاص یہ بات بتائی گئی ہے کہ

آپ کو اس منصب پر اللہ نے اپنے اذن سے مقرر فرمایا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داعیانہ منصب کے تقاضے اس طرح پورے کیے کہ اللہ نے آپ کو دنیا ہی میں اس امر کی بشارت دے دی کہ آپ کی اس ربانی دعوت کے اولین مخاطب یعنی صحابۂ کرامؓ کو بھی بارگاہِ حق تعالیٰ سے مقبولیت کی سند عطا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے "سورۃ الفتح" میں اس بابرکت جماعت کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾(۱۱۳) یعنی "محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں، تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں، جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اسے تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے۔" یہ تمثیل صحابۂ کرامؓ کو اللہ کی جانب سے پروانۂ خوشنودی، دعوتِ حق کو قبول کر لینے اور انتہائی نامساعد حالات میں نبی کا ساتھ دینے پر ان کے حق میں خراجِ تحسین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس پاکیزہ جماعت کی یہ مقبولیت یہ ثابت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داعی الی اللہ کے منصب کے تقاضوں کی کس کامیابی کے ساتھ تکمیل فرمائی۔ (۱۱۴)

اسوۂ نبویؐ: دعوت و تبلیغ کی حکمتِ عملی کے لیے ایک روشن مثال:

سیّد الانبیاء، ہادی اعظم و آخر، مبلّغ اعظم ﷺ کا سب سے بڑا تبلیغی کارنامہ ملاحظہ فرمایئے۔ سب سے پہلے آپؐ پر کون ایمان لایا؟ حضور اکرم ﷺ کی رفیقۂ زندگی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔ (۱۱۵) کسی انسان کی سیرت و کردار کی واقفیت بیوی سے زیادہ کسی کو نہیں ہوتی۔ انسان کی

اصلیت گھر کی دن رات کی خلوتی زندگی میں بے نقاب ہوجاتی ہے، جلوت کی زندگی میں تقدس قائم کرلینا دشوار نہیں۔ حقیقت حال کا پتا تو گھریلو زندگی سے چلتا ہے، ایک بیوی شوہر کی زندگی کے متعلق سب کچھ جانتی ہے اور اس پر شوہر کا جھوٹا جادو نہیں چل سکتا۔ ذرا سوچیے، حضور اکرم ﷺ کا کردار کتنا بلند ہوگا کہ ان کا پیغام سنتے ہی سب سے پہلے ان کی رازدار، واقفِ حال، تجربہ کار اور ہوشمند بیوی ہی ایمان لاتی ہیں اور یہ سمجھ کر ایمان لاتی ہیں کہ اب آخر دم تک ہر سرد و گرم کو جھیلنا پڑے گا، کیا ایک مبلّغ کا اس سے بڑا بھی کوئی کارنامہ ہوسکتا ہے؟ اس کے بعد کون اس پیغام کو قبول کرتا ہے؟ ایک ہمدم رفیق جس سے مبلّغ اعظم ﷺ کا کوئی راز پوشیدہ نہیں، اگر مبلّغ کی سیرت و کردار پر اس کی امانت وصداقت پر سو فیصد اعتماد نہ ہو تو کون ہم عصر دوست ہے، جو ایک پیغام کو قبول کرکے زمین وآسمان کو دشمن بن جانے کی دعوت دے، یہ تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ (۱۱۶) جن کی زیرکی و فراست اور ایثار و صداقت پر کوئی دشمن بھی حرف نہ لا سکا۔ کیا ایک مبلّغ کا اس سے بھی کوئی بڑا کارنامہ تصور میں آسکتا ہے؟

پھر کون ایمان لایا؟ ایک منہ بولا فرزند زید بن حارثہ (۱۱۷) جو دن رات اس مبلّغ کے ساتھ رہتا ہے، گھر کے اندر بے تکلف آتا جاتا ہے۔ ہر آن اس کی صداقت و کردار کا بچشم خود مطالعہ کرتا رہتا ہے، کمال اعتماد واعتقاد نہ ہو تو کون ایسے پیغام پر لبیک کہنے کی جرأت کرے؟ کیا تبلیغ کی یہ کامیابی بجائے خود ایک عظیم الشان کارنامہ نہیں؟

یہ تو ذرا عمر رسیدہ لوگ تھے، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بعد ایک نوخیز نو سالہ صاحبزادے کا ایمان لانا بھی کچھ معمولی کارنامہ نہیں۔ یہ ہیں حضرت علی مرتضیٰؓ (۱۱۸) جو ابھی جوان بھی نہیں ہوئے ہیں، مگر اپنی عقل و فراست میں ہزاروں بڑوں سے آگے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی گود میں پرورش پائی ہے اور ان کی زندگی سے بخوبی واقف ہیں۔ کمال عزم واستقامت کے ساتھ یہ بھی ایمان لے آتے ہیں۔ یہ تمام لوگ آپؐ پر ایمان لائے اور آخری دم تک ایثار و قربانی کا مظاہرہ

کرتے رہے۔

یہ وہ تبلیغ تھی، جس سے متاثر ہونے والے لوگ پہلے ہی سے حضور اکرم ﷺ کے کردار سے متاثر تھے اور اس تبلیغ کے قبول کرنے والوں میں کوئی ایسا نہ تھا، جس پر حضور اکرم ﷺ کی دشمنی کا کوئی دور گزرا ہو، لیکن آگے چل کر کمال درجے کا تبلیغی کارنامہ وہ ہے، جب کہ پیغام اسلام سن کر لوگ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن ہو جاتے ہیں، چند مثالیں اس کی بھی سن لیجیے۔ سیدنا عمرؓ اس مبلّغ اعظم ﷺ کا سر قلم کرنے کے ارادے سے شمشیر برہنہ لے کر گھر سے نکلتے ہیں، اپنی بہن اور بہنوئی کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں خوب مارتے ہیں۔ اس کے بعد ہی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی قوت بن جاتے ہیں۔ ضمادِ ازدی حضور اکرم ﷺ کو دیوانہ سمجھ کر جھاڑ پھونک کرنے آتے ہیں اور خود اسلام کے دیوانے بن جاتے ہیں۔(۱۱۹) طفیل دوسی اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر آتے ہیں کہ محمد ﷺ کی کوئی آواز ان کے کانوں میں نہ پڑے، مگر دولت ایمان سے مشرف ہو کر پھر ہمیشہ کے لیے اپنی غفلت کی ڈاٹ نکال دیتے ہیں۔(۱۲۰) جریدہ اسلمی ستر آدمیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیے مدینے کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور راستے میں حضور اکرم ﷺ سے مل کر یہ سب کے سب گرفتارانِ اسلام ہو جاتے ہیں۔(۱۲۱) ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کے خلاف ہر تحریک کے پیرو بن جاتے ہیں، لیکن آخر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر لیتے ہیں۔(۱۲۲) عمیر بن وہب زہر میں خنجر بجھا کر حضور اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے مدینے پہنچتے ہیں اور خود قتیلِ خنجرِ ایمان ہو جاتے ہیں۔ ثمامہ بن اثال جیسے افراد گرفتار ہو کر آتے ہیں اور بغیر کسی تعزیر کے رہا کر دیے جاتے ہیں، پھر کشاں کشاں خود آ کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔ مثالیں بے شمار ہیں سارا عرب و عجم ہی دشمن تھا، لیکن رفتہ رفتہ بے شمار انسان اپنے کفر سے تائب ہو کر حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے۔ تبلیغ کا یہ عظیم الشان کارنامہ اور کس مبلّغ کے ہاتھوں ظہور میں آیا ہے؟ پھر اس کے بعد ایک تیسرا دور تبلیغ آتا ہے، جو سن ۶ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب سلاطین کو تبلیغ نامے بھیجے گئے۔(۱۲۳)

آپ ؐ نے نجاشی حبشہ اصحمہ بن ابجر کو، شاہ بحرین منذر بن ساوہ کو، شام کے گورنر فروہ بن عمرو خزاعی کو، دومۃ الجندل کے حکمراں اکیدر کو، اضلاع یمن وطائف کے حکمراں ذوالکلاع حمیری کو، شاہ عمان جیفر کو اسلام کے پیغام بھیجے اور یہ سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

جو فرماں روا ایمان نہ لائے، ان میں ہوذہ بن علی حاکم یمامہ، جریج بن متی شاہ مصر الملقب بہ مقوقس، خسرو پرویز شاہِ ایران اور نیز شاہِ قسطنطنیہ ہرقل وغیرہ تھے۔ یہ سب کے سب تھوڑے ہی عرصے میں تباہ و برباد ہو گئے۔(۱۲۴)

حضور اکرم ﷺ کی تبلیغی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ پوری زندگی خصوصاً مکی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کو اور حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کو ہر ممکن ایذا پہنچائی گئی، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، گلا گھونٹا گیا، بائیکاٹ کیا گیا، گالیوں اور تالیوں سے استقبال کیا گیا، قتل کی سازش کی گئی، جنگ پر مجبور کیا گیا، وطن سے نکالا گیا۔ کیا کچھ نہ کیا گیا؟ لیکن استقامت، خیر خواہی، بے لوثی، ایقان اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی محافظت وغیرہ میں کبھی فرق نہ آیا۔ یہی وہ تبلیغی کردار کے اعلیٰ نمونے تھے، جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دنیا کا سب سے زیادہ کامیاب مبلّغ بنا دیا۔(۱۲۵)

حواشی وحوالہ جات

(۱) سورۂ ابراہیم/۱

(۲) یوسف:۱۰۸

(۳) النحل:۱۲۵

(۴) محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر/کلیاتِ اقبال، اردو، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۶ء، ص ۴۰۵

(۵) سبا/۲۸

(۶) الاعراف/۱۵۸

(۷) الفرقان/۱،۲

(۸) احمد بن حنبل/المسند، قاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۳۶ء، ۴/۴۲۶

(۹) ایضاً ۱۲/ ۲۵

(۱۰) بخاری/ الجامع الصحیح ،بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۱ء، کتاب الوضوء، ۱/ ۸۶

(۱۱) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی/ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ ص ۲۷۸، سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد۔

(۱۲۔الف) خطبۂ حجۃ الوداع کے متن اور دیگر تفصیلات کے لیے دیکھیے : بخاری/ صحیح بخاری، طبع دہلی، ۱/ ۲۳۴۔ مسلم/ صحیح مسلم، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱/ ۳۹۴۔ ۴۰۰۔ ابوداؤد/ سنن ابوداؤد، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔ ۱/ ۲۶۲۔ ابن ماجہ/ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ص ۱۹۴۔ ابن حجر عسقلانی/ فتح الباری، المطبعۃ الخیریۃ مصر، القاھرۃ، ص ۲۰/۱۱۔ احمد بن حنبل/ المسند ،دارالمعارف مصر ۱۹۵۱ء، ۹/ ۶۱۸۶۔ علی متقی الھندی/ کنز العمال فی سنن الأ قوال، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد دکن ۱۹۵۴ء، ۵/ ۱۵۹۔ ۱۶۶۔ حافظ ابوبکر الہیثمی/ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت، ص ۲۶۵۔ ص ۲۷۴۔ ابن قیم الجوزی/ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مطبعۃ الأ زھریۃ مصر، القاھرۃ ۱۳۶۶ھ۔ ملا علی القاری/ مرقاۃ المفاتیح ،مکتبۂ امدادیہ ملتان، ۵/ ۲۹۸۔ ابن ھشام/ السیرۃ النبویۃ ،دارالفکر بیروت، ۴/ ۲۵۳۔ ابن جریر الطبری/ تاریخ الطبری، دارالمعارف مصر، ۳/ ۱۴۸۔ ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ ،دارالفکر بیروت، ۲/ ۱۷۲، ۱۳۷۶۔ ابن الأ ثیر الجزری/ تاریخ الکامل ،طبع مصر، ۲/ ۱۳۶۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی/ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ ،سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ، ص ۲۷۸۔ الجاحظ/ البیان والتبیین ،مطبعۃ الاستقامۃ القاھرۃ ۱۹۴۷ء، ۲/ ۲۹۔ جلال الدین السیوطی/ الاتقان فی علوم القرآن ،مصر القاھرۃ ۱۹۵۱ء، ۱/ ۱۷۸۔ احمد زکی صفوت/ جمھرۃ خطب العرب، مصر ۱۹۳۲ء، ۱/ ۱۵۷۔ شبلی نعمانی/ سیرت النبیؐ مکتبہ مدنیہ، لاہور ۱۴۰۸ھ، ۲/ ۹۳۔ ۹۴۔

(۱۲۔ب) بخاری، محمد بن اسماعیل/ الجامع الصحیح، کتاب الحج باب الخطبۃ ایام منیٰ، جزء من رقم الحدیث، ۱۷۳۹، ۳/ ۵۷۳

(۱۳) ابنِ منظور الافریقی/ لسان العرب مطبوعہ بیروت، ۱۹۵۶ء، ۸/ ۴۱۹

(۱۴) ایضاً لسان العرب، ۵/۲۰۲

(۱۵) ایضاً ۱۴/ ۲۵۸

(۱٦) نعمانی، محمد عبدالرشید، مولانا/ لغات القرآن، کراچی، دارالاشاعت، ۱/ ۱۰۸

(۱۷) بحوالہ: خالد علوی، ڈاکٹر/ رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت

(۱۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی، ۲۰۰۱ء، ص ۵

(۱۹) خالد علوی، ڈاکٹر/ رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت، ص ۵) نیز دیکھیے: سید سلیمان ندوی، علامہ/ سیرت النبیؐ، لاہور، الفیصل ناشران، ۴/ ۲۲۳، خالد علوی، ڈاکٹر رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۴

(۲۰) ابن تیمیہ/ موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول، مطبوعہ بیروت

(۲۱) بحوالہ: چیمہ، چوہدری غلام رسول/ سیرت سید البشرؐ، لاہور، مکتبہ علم وعرفان، ص ۸۸

(۲۲) فاطر: ۲۴

(۲۳) یونس: ۴۷

(۲۴) الاحزاب: ۴۰

(۲۵) الحدید: ۲۵

(۲٦) صف: ۹

(۲۷) الجمعہ: ۲

(۲۸) المائدہ: ٦۷

(۲۹) الشوریٰ: ۱۵

(۳۰) خورشید احمد، پروفیسر/ نبی اکرمؐ بحیثیت داعی الی الحق، مطبوعہ نقوش رسولؐ نمبر، جلد سوم، ص ۳۹۷

(۳۱) النساء: ۱٦۵

(۳۲) المائدہ: ۱۹

(۳۳) اصلاحی، امین احسن/ دعوت دین اور اس کا طریق کار، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ص

۳۹،۴۰

(۴۴) ایضاً ص۳۲

(۳۵) البقرہ:۱۴۳

(۳۶) الانعام:۱۹

(۳۷) حوالہ سابقہ، ص ۳۳،۳۴) نیز دیکھیے: صدرالدین اصلاحی، مولانا/فریضہ اقامت دین، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء، ۱۱

(۳۸) المدثر/۱

(۳۹) المائدہ:۶۷

(۴۰) الشوریٰ:۱۵

(۴۱) الاعلیٰ:۹

(۴۲) ق:۴۵

(۴۳) المائدہ:۶۷

(۴۴) بحوالہ سید سلیمان ندوی/سیرت النبیؐ،۴/ ۴۲۳،۵۲۴

(۴۵) الشعراء:۲۱۴

(۴۶) الشوریٰ:۷

(۴۷) یٰس:۶۹،۷۰

(۴۸) الانعام:۱۹

(۴۹) ابراہیم:۵۲

(۵۰) سبا:۲۸

(۵۱) الاعراف:۱۵۸

(۵۲) الفرقان:۱۔۲

(۵۳) ص ۸۷۔۸۸

(۵۴) بحوالہ:سید سلیمان ندوی/سیرت النبیؐ،۴/۲۵

(۵۵) آل عمران:۱۱۰

(۵۶) آل عمران:۱۰۴

(۵۷) اصلاحی، امین احسن، مولانا/ دعوت دین کا طریق کار، ص ۴۲۔ نیز دیکھیے: صدرالدین اصلاحی/فریضہ اقامت دین، ص۱۱۔۱۲

(۵۸) المائدہ:۶۷

(۵۹) بخاری، محمد بن اسماعیل/ الجامع الصحیح، مصطفیٰ البابی الحلبی، [illegible]، باب الانبیاء، باب ماذکرعن بنی اسرائیل/۵۸۲

(۶۰) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی/سنن ابن ماجہ، عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۳ء، دارالعلوم، ریاض، مقدمہ، باب من بلغ علما/ ۳۵

(۶۱) بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منیٰ/ ۲۸۵، مسلم، کتاب القیامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء/۷۴۳

(۶۲) بحوالہ خالد علوی، ڈاکٹر/ اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۳۲۸

(۶۳) الحج:۷۸

(۶۵) ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۲/ ۳۹، طبع منیریہ مصر، ۱۹۳۱ء۔ صدرالدین، اصلاحی/فریضہ اقامت دین، ص۱۲)

(۶۶) خالد علوی ڈاکٹر/ اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء، ص۳۳۴۔۳۳۵

(۶۷) آل عمران:۱۱۰

(۶۸) آل عمران:۱۰۴

(۶۹) الاعراف:۱۵۷

(۷۰) التوبہ:۷۱

(۷۱) سورۃ العصر:۱۔۳

(۷۲) بحوالہ: خالد علوی، ڈاکٹر/ اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۳۲۷

(۷۳) المائدہ:۶۷

(۷۴) الرعد:۴۰

(۷۵) النحل:۱۲۵

(۷۶) الشوریٰ:۱۳:۱۵

(۷۷) الجمعہ:۲

(۷۸) الاحزاب:۴۵:۴۶

(۷۹) المزمل:۵

(۸۰۔الف)المدثر:۲،۳

(۸۰۔ب)خالدعلوی،ڈاکٹر/رسول اکرم کا منہاج دعوت،اسلام آباد،دعوہ اکیڈمی،ص ۷

(۸۱) المائدہ:۶۷

(۸۲) المائدہ:۹۲

(۸۳) الشوریٰ:۴۸

(۸۴) الذاریات:۵۵

(۸۵) الغاشیہ:۲۱

(۸۶) الاسراء/بنی اسرائیل:۱۰۵

(۸۷) الاحزاب:۴۵

(۸۸) بخاری/ الجامع الصحیح ،مصر،مصطفیٰ البابی الحلبی ،۱۹۵۴ء، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۷۷/۵

(۸۹) مسلم/الجامع الصحیح ،بیروت دارالمعارف، کتاب الایمان،بیان کون النھی عن المنکر ،۵۰/۱

(۹۰) ترمذی، الجامع الصحیح ، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، کتاب الفتن ، ماجاء فی الامر بالمعروف،۴۶۸/۴

(۹۱) خالدعلوی،ڈاکٹر/رسول اکرم کا منہاج دعوت،ص ۹۔۱۰

(۹۲) آل عمران:۱۱۰

(۹۳) آل عمران:۱۰۴

(۹۴) المائدہ:۲

(۹۵) ترمذی/کتاب العلم، باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ۵/۴۰

(۹۶) بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۵/ ۱۲۶۔۱۲۷

(۹۷) بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۵/ ۱۲۷

(۹۸) سورۃ المدثر:۱۔۷

(۹۹) الازہری، پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبیؐ، لاہور، ضیاء القرآن، ۲/ ۲۱۷

(۱۰۰) ایضاً، ضیاء النبیؐ، ۴/ ۲۶۶

(۱۰۱) سورۃ الشعراء: ۲۱۴۔۲۱۵

(۱۰۲) برہان الدین الحلبی / السیرۃ الحلبیہ، مصر، جلد اول، ص ۲۷۲، زینی دحلان، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۹ھ، السیرۃ النبویہ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص ۱۹۸، دیکھیے: الازہری پیر محمد کرم شاہ/ ضیاء النبیؐ، ۲/ ۲۶۹

(۱۰۳) برہان الدین الحلبی، السیرۃ الحلبیہ، جلد اول، ص ۲۷۱، نیز دیکھیے: ضیاء النبیؐ ۲/ ۲۷۰، ۲۷۱

(۱۰۴) مودودی سید ابوالاعلیٰ/ سیرت سرورِ عالمؐ، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۱ء، ص ۱۵۴

(۱۰۵) بحوالہ: مودودی، سید ابوالاعلیٰ/ سیرت سرورِ عالمؐ ۲/ ۱۵۵۔۱۶۲

(۱۰۶) سید سلیمان ندوی، علامہ/ سیرت النبیؐ ۴/ ۲۳۹

(۱۰۷) ایضاً ۴/ ۲۳۹

(۱۰۸) سید سلیمان ندوی، علامہ/ سیرت النبیؐ، ۴/ ژ۲۴

(۱۰۹) بحوالہ: محمد الیاس ندوی/ اسلامؐ۔ مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے، کراچی، مجلس نشریات اسلام ۲۰۰۴ء، ص ۶۷

(۱۱۰) ندوی، سیّد سلیمان، علامہ (خطبات مدراس، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۴ء، ص ۸۶

(۱۱۱) ایضاً ص ۹۰۔۹۱

(۱۱۲) الاحزاب: ۴۵: ۴۶

(۱۱۳) الفتح: ۲۹

(۱۱۴) حکیم محمد سعید/ دانائے سبل، کراچی، ہمدرد فاؤنڈیشن، ۱۹۹۱ء، ص ۳۶

(۱۱۵) ابن سید الناس/ الطبقات الکبریٰ مطبوعہ، بیروت، ۱۳۸۵ھ، ۳/ ۱۷۱، ۱۷۲، ابن سعد/ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، بیروت، دار المعرفۃ، ۱/ ص ۹۵)

(۱۱۶) ابن جریر طبری/ تاریخ الامم والملوک ۲/ ۳۰۷

(۱۱۷) ابن سید الناس عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ۱/ ۹۴

(۱۱۸) ابن کثیر/ البدایہ والنہایہ، لاہور، مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۸۴ء، ۳/ ۲۹

(۱۱۹) ابن ہشام السیرۃ النبویۃ، بیروت، دار الفکر، ۱/ ۳۶۴، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۱/ ۱۲۱، ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، ۳/ ۲۶۹

(۱۲۰) ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ ۴/ ۱۷۵، ابن ہشام/ السیرۃ النبویۃ ۱/ ۱۳۲، ابن سید الناس/ عیون الاثر ۱/ ۱۳۹، ابن حجر عسقلانی/ الاصابہ فی تمییز الصحابہ، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۳۲۸ھ، ۲/ ۲۲۵

(۱۲۱) زرقانی، محمد بن عبد الباقی/ شرح مواہب اللدنیہ قاہرہ، مطبعۃ الازہریۃ ۱/ ۳۴۹، ابن عبد البر/ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف ۱۳۱۸ھ، ۱/ ۱۷۴

(۱۲۲) بخاری، محمد بن اسمٰعیل/ الجامع الصحیح، کراچی، اصح المطابع ۲/ ۶۱۳ کتاب المغازی

(۱۲۳) طبری، ابن جریر/ تاریخ الرسل والملوک، ۳/ ۸۴، ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۴۷۵، زرقانی/ شرح مواہب ۳/ ۳۳۴، ابن کثیر/ البدایہ النہایہ ۴/ ۲۶۲

(۱۲۴) تفصیل کے لیے دیکھیے: کاندھلوی، مولانا محمد ادریس/ سیرۃ المصطفیٰ، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۹۲ء، ۲/ ۳۸.۲

(۱۲۵) بحوالہ: نقوش رسولؐ نمبر، جلد سوم، شمارہ ۱۳۰، جنوری ۱۹۹۳ء، ص ۴۱۷